ڈاکٹر سر محمد اقبال

ضرب کلیم

POCKET BOOK

ناشر:

مشورہ بک ڈپو

رام نگر، گاندھی نگر۔ پوسٹ بکس 1639 دہلی 6

گذارش

ضربِ کلیم علامہ اقبال کی اُن سبق آموز حیات پرور نظموں کا حسین و جمیل مجموعہ ہے جنہوں نے قوم کے خوابیدہ دلوں کو بیدار کر کے تازگی و شگفتگی بخشی اور ہمت و حوصلہ کی لہر دوڑا دی "ضربِ کلیم" میں علامہ اقبال نے مختلف عنوانات کو موضوعِ سخن بنایا ہے اس مجموعہ کی ہر نظم نہایت سبق آموز اور مؤثر ہے۔ "ضربِ کلیم" آپ کا تیسرا مجموعہ ہے:

یہ ایک حقیقت ہے کہ علامہ اقبال کی زندگی ایک پیام تھی وہ گلشن ہستی میں نسیمِ سحر بنکر آئے اور گلوں کی مہک کیساتھ تمام گلستاں میں پھیل گئے جو دل و دماغ اس خوشبو سے متاثر ہوئے وہ ہمہ تن گوش ہو گئے۔ اُنھوں نے اقبال کے شیریں اور شعور کو بیدار کرنیوالے نغمات سُنے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنھوں نے اپنی حقیقت و ماہیت کو پہچانا۔ جذبۂ خودداری و ہمت و حوصلہ بیدار ہوا اور اُنھوں نے بیساختہ بڑھ کر قوم کے ڈوبتے ہوئے سفینہ کو بچا کر ساحلِ مقصود تک لانیکے لئے قربانیاں دیں۔

علامہ اقبال محض شاعر ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑے مفکر و فلسفی اور قومی و ملکی مُصلح بھی تھے۔ بلاشبہ آپ کے پہلو میں ایک حساس عشق پرور دل تھا یہی وجہ تھی کہ اُنھوں نے قوم و وطن کے دُکھ درد کو محسوس کیا اور آنسو بہائے اور اُنھیں آنسوؤں کو الفاظ کے سانچہ میں ڈھال کر قوم کے رُوبرو پیش کیا۔

رضی بدایونی

اعلیٰحضرت نواب سر حمید اللہ خاں فرمانروائے بھوپال کی خدمت میں

زمانہ با اُمم ایشیا چہ کرد و کُند
کسے نہ بود کہ ایں داستاں فرو خواند
تو صاحبِ نظری آنچہ در ضمیرِ من است
دلِ تو بیند و اندیشۂ تو مے داند
بگیر ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من
کہ گُل بدستِ تو از شاخ تازہ تر ماند

ناظرین سے

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ
یہ زورِ دست و ضربتِ کاری کا ہے مقام
میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ!

خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات
فطرت، لہو ترنگ، ہے غافل! نہ جل ترنگ

تمہید

(۱)

نہ دیر میں نہ حرم میں خودی کی بیداری
کہ خاوراں میں ہے قوموں کی رُوح تریاکی!
اگر نہ سہل ہوں تجھ پہ زمیں کے ہنگامے
بُری ہے مستیٔ اندیشہ ہائے افلاکی!
تِری نجات غمِ مرگ سے نہیں ممکن
کہ تُو خودی کو سمجھتا ہے پیکرِ خاکی!
زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا
ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی!
عطا ہوا خس و خاشاکِ ایشیا مجھ کو
کہ میرے شعلے میں ہے سرکشی و بے باکی!

(۲)

ترا گناہ ہے اقبال مجلس آرائی

۷

اگرچہ تو ہے مثالِ زمانہ کم پیوند!
جو کو کنار کے خوگر تھے ان غریبوں کو
تری نوا نے دیا ذوقِ جذبہ ہائے بلند!
تڑپ رہے ہیں فضا ہائے نیلگوں کیلئے
وہ پر شکستہ کہ صحنِ سرا میں تھے خورسند!
تری سزا ہے نوائے سحر سے محرومی
مقامِ شوق و سرور و نظر سے محرومی

اسلام اور مسلمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صبح

سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

لا اِلٰہ اِلا اللہ

خودی کا سرِّ نہاں لا اِلٰہ اِلا اللہ
خودی ہے تیغ، فساں لا اِلٰہ اِلا اللہ
یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا اِلٰہ اِلا اللہ
کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سُود و زیاں لا اِلٰہ اِلا اللہ

٥ بھوپال (شیش محل) میں لکھے گئے۔

یہ مالِ دولتِ دُنیا یہ رشتہ و پیوند
بُتانِ وہم و گماں لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ
خرد ہوئی ہے زماں و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ
یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ
اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ

تن بہ تقدیر

اسی قرآن میں ہے اب ترکِ جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر!
تن بہ تقدیر ہے آج اِن کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو ناخوب، بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

معراج

دے ولولۂ شوق جسے لذتِ پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج

مشکل نہیں یارانِ چمن! معرکۂ باز
پُرسوز اگر ہو نفسِ سینۂ دُرّاج
ناوک ہے مسلماں! ہدف اس کا ہے ثریّا!
ہے سرِّ سراپردۂ جاں نکتۂ معراج!
تو معنیِ وَالنَّجم نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج!

ایک فلسفہ زدہ سیّد زادے کے نام

تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا
زنّاریِ برگساں نہ ہوتا
ہیگل کا صدف گہر سے خالی
ہے اس کا طلسم سب خیالی
محکم کیسے ہو زندگانی؟
کس طرح خودی ہو لازمانی
آدم کو ثبات کی طلب ہے
دستورِ حیات کی طلب ہے
دنیا کی عشا ہو جس سے اشراق
مومن کی اذاں ندائے آفاق!
میں اصل کا خاص سومناتی
آبا مرے لاتی مناتی
تو سیدِ ہاشمی کی اولاد
میری کفِ خاک برہمن زاد
ہے فلسفہ میرے آب و گِل میں
پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے
اس کی رگ رگ سے باخبر ہے
شعلہ ہے ترے جنوں کا بے سوز
سُن مجھ سے یہ نکتۂ دل افروز
انجامِ خرد ہے بے حضوری
ہے فلسفہ زندگی سے دوری

افکار کے نغمہ ہائے بے صوت | ہیں ذوقِ عمل کے واسطے موت
دیں مسلکِ زندگی کی تقویم | دیں سرِّ محمد و براہیم
دل در سخنِ محمدی بند | اے پورِ علیؓ ز بو علی چند
چوں دیدۂ راہ بیں نداری | قائد قرشی بہ از بخاری

زمین و آسماں

ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں
اوروں کی نگاہوں میں وہ موسم ہو خزاں کا
ہے سلسلہ احوال کا ہر لحظہ دگرگوں
اے سالکِ رہ فکر نہ کر سود و زیاں کا
شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی
تو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا

مسلمان کا زوال

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے میسر تونگری سے نہیں!
اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں!

٭ فارسی اشعار حکیم خاقانی کے تحفۃ العراقین سے ہیں۔

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں!
اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے تونگری سے نہیں!

علم و عشق

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن!
عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین و ظن!
بندۂ تخمین و ظن! کرمِ کتابی نہ بن!
عشق سراپا حضور، علم سراپا حجاب
عشق کی گرمی سے ہے معرکۂ کائنات!
علم مقامِ صفات، عشق تماشائے ذات!
عشق سکون و ثبات، عشق حیات و ممات!
علم ہے پیدا سوال، عشق ہے پنہاں جواب!
عشق کے ہیں معجزات سلطنت و فقر و دیں!
عشق کے ادنیٰ غلام صاحبِ تاج و نگیں!
عشق مکان و مکیں! عشق زمان و زمیں!
عشق سراپا یقیں، اور یقیں فتحِ باب!
شرعِ محبت میں ہے عشرتِ منزل حرام!

شورشِ طوفاں حلال، لذتِ ساحل حرام!
عشق پہ بجلی حلال، عشق پہ حاصل حرام!
علم ہے ابن الکتاب، عشق ہے ام الکتاب!

اجتہاد

ہند میں حکمتِ دیں کوئی کہاں سے سیکھے
نہ کہیں لذتِ کردار، نہ افکارِ عمیق
حلقۂ شوق میں وہ جرأتِ اندیشہ کہاں
آہ! محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق
خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

شکر و شکایت

میں بندۂ ناداں ہوں، مگر شکر ہے تیرا!
رکھتا ہوں نہاں خانۂ لاہوت سے پیوند!
اک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند

تاثیر ہے یہ میرے نفس کی کہ خزاں میں
مرغانِ سحر خواں مری صحبت میں ہیں خورسند!
لیکن مجھے پیدا کیا اس دیس میں تُو نے
جس دیس کے بندے ہیں غلامی پہ رضامند!

ذکر و فکر

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام
وہ جس کی شان میں آیا ہے عَلَّمَ الاسماء!
مقامِ ذکر کمالاتِ رومی و عطّار
مقامِ فکر مقالاتِ بوعلی سینا!
مقامِ فکر ہے پیمائشِ زمان و مکاں
مقامِ ذکر ہے سُبحان ربی الاعلیٰ!

مُلّائے حرم

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
تری نماز میں باقی جلال ہے نہ جمال
تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کا پیام!

تقدیر

نا اہل کو حاصل ہے کبھی قوت و جبروت
ہے خوار زمانے میں کبھی جوہرِ ذاتی!
شاید کوئی منطق ہو نہاں اِس کے عمل میں
تقدیر نہیں تابعِ منطق نظر آتی!
ہاں ایک حقیقت ہے کہ معلوم ہے سبکو
تاریخِ اُمم جس کو نہیں ہم سے چھپاتی
ہر لحظہ ہے قوموں کے عمل پر نظر اس کی
براں صفتِ تیغِ دو پیکر نظر اس کی

توحید

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی!
آج کیا ہے؟ فقط اِک مسئلہ علمِ کلام!
روشن اس ضو سے اگر ظلمتِ کردار نہ ہو
خود مسلماں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام!
میں نے اے میرِ سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
قل ھو اللہ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام
آہ! اس راز سے واقف ہے نہ مُلّا نہ فقیہہ

وحدتِ افکار کی بے وحدتِ کردار ہے خام
قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام!

علم اور دین

وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیم
کیا ہے جس کو خدا نے دل و نظر کا ندیم
زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیلِ کم نظری قصۂ جدید و قدیم
چمن میں تربیتِ غنچہ ہو نہیں سکتی
نہیں ہے قطرۂ شبنم اگر شریکِ نسیم
وہ علم کم بصری جس میں ہمکنار نہیں
تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم!

ہندی مسلمان

غدارِ وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن
انگریز سمجھتا ہے مسلماں کو گداگر!
پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومنِ پارینہ ہے کافر!

آوازۂ حق اُٹھتا ہے کب اور کدھر سے
مسکیں ولکم ماندہ دریں کشمکش اندر

آزادیٔ شمشیر کے اعلان پر

سوچا بھی ہے اے مردِ مسلماں کبھی تُو نے
کیا چیز ہے فولاد کی شمشیرِ جگردار
اس بیت کا یہ مصرعِ اوّل ہے کہ جس میں
پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے اسرار!
ہے فکر مجھے مصرعِ ثانی کی زیادہ
اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار
قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن
یا خالدِ جانباز ہے یا حیدرِ کرار!

جہاد

فتوےٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دُنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر
لیکن جنابِ شیخ کو معلوم کیا نہیں؟
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود بے اثر
تیغ و تفنگ دستِ مسلماں میں ہے کہاں

ہو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر
تعلیم اس کو چاہیئے ترکِ جہاد کی
دنیا کو جس کے پنجۂ خونیں سے ہو خطر
باطل کی فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر!
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر؟

قوت اور دین

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرتِ انساں کی قبا چاک
تاریخِ اُمم کا یہ پیامِ ازلی ہے
صاحب نظراں! نشۂ قوت ہے خطرناک
اس سیلِ سبک سیر و زمیں گیر کے آگے
عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک

لا دیں ہو تو ہے زہر ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک!

فقر و ملوکیت

فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے
ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہے قلب سلیم!
اس کی بڑھتی ہوئی بے باکی و بے تابی سے
تازہ ہر عہد میں ہے قصۂ فرعون و کلیم!
اب ترا دور بھی آنے کو ہے اے فقر غیور
کھا گئی روح فرنگی کو ہوائے زر و سیم!
عشق و مستی نے کیا ضبط نفس مجھ پہ حرام
کہ گرہ غنچے کی کھلتی نہیں بے موج نسیم!

اسلام

روح اسلام کی ہے نور خودی نار خودی
زندگانی کیلئے نار خودی نور و حضور!
یہی ہر چیز کی تقویم یہی اصل نمود
گرچہ اس روح کی فطرت نے رکھا ہے مستور

لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقرِ غیور!

حیاتِ ابدی

زندگانی ہے صدف قطرۂ نیساں ہے خودی
وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے
ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے!

سلطانی

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی!
خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی!
یہی مقام ہے مومن کی قوتوں کا عیار!
اسی مقام سے آدم ہے ظلِّ سبحانی!

٭ ریاض منزل (دولتکدۂ سر راس مسعود) بھوپال میں لکھے گئے۔

یہ جبر و قہر نہیں ہے یہ عشق و مستی ہے
کہ جبر و قہر سے ممکن نہیں جہانبانی!
کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو
کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی!
مثالِ ماہ چمکتا تھا جس کا داغِ سجود
خرید لی ہے فرنگی نے وہ مُسلمانی!
ہوا حریفِ مہ و آفتاب تو جس سے
رہی نہ تیرے ستاروں میں وہ درخشانی!

صُوفی سے

تری نگاہ میں ہے معجزات کی دُنیا
مری نگاہ میں ہے حادثات کی دُنیا
تخیلات کی دُنیا غریب ہے لیکن
غریب تر ہے حیات و ممات کی دُنیا
عجب نہیں کہ بدل دے اُسے نگاہ تری
بُلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دُنیا

افرنگ زدہ

(۱)

ترا وجود سراپا تجلیِ افرنگ
کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر!
مگر یہ پیکرِ خاکی خودی سے ہے خالی
فقط نیام ہے تو زرنگار و بے شمشیر!

(۲)

تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا!
وجود کیا ہے؟ فقط جوہرِ خودی کی نمود
کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود ترا!

تصوف

یہ حکمتِ ملکوتی یہ علمِ لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکرِ نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور
تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

* ریاض منزل (دولتکدۂ سر راس مسعود) بھوپال میں لکھے گئے۔

یہ عقل جو مہ و پروین کا کھیلتی ہے شکار
شریکِ شورشِ پنہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
خرد نے کہہ بھی دیا لا اِلٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
عجب نہیں کہ پریشاں ہے گفتگو میری
فروغِ صبح پریشاں نہیں تو کچھ بھی نہیں!

ہندی اِسلام

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملّت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد!
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوّتِ بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقلِ خداداد!
اے مردِ خدا تجھ کو وہ قوّت نہیں حاصل
جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد!
مسکینی و محکومی و نومیدیٔ جاوید
جس کا یہ تصوّف ہو وہ اسلام کر ایجاد
مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

غزل

دلِ مُردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ
ترا بحر پُر سکوں ہے! یہ سکوں ہے یا فسوں ہے؟
نہ نہنگ ہے نہ طوفاں نہ خرابیٔ کنارہ؟
تو ضمیرِ آسماں سے ابھی آشنا نہیں ہے
نہیں بے قرار کرتا تجھے غمزۂ ستارہ!
ترے نیستاں میں ڈالا مرے نغمۂ سحر نے
مری خاک بے سپر میں جو نہاں تھا اک شرارہ
نظر آئے گا اسی کو یہ جہانِ دوشِ فردا
جسے آگئی میسر مری شوخیٔ نظارہ!

دُنیا

مجھ کو بھی نظر آتی ہے یہ بوقلمونی
وہ چاند یہ تارہ ہے وہ پتھر یہ نگیں ہے
دیتی ہے مری چشمِ بصیرت بھی یہ فتوے!
وہ کوہ یہ دریا ہے وہ گردوں یہ زمیں ہے

حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
تو ہے، مجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے

نماز

بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں
اگرچہ پیر ہے آدم جواں ہیں لات و منات
یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

وحی

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
راہبر ہو ظن و تخمین تو زبوں کارِ حیات
فکر بے نور ترا جذب عمل بے بنیاد!
سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شبِ تارِ حیات!
خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیونکر
گر حیات آپ نہ ہو شارحِ اسرارِ حیات!

ہ ریاض منزل (دولتکدہ سر راس مسعود) بھوپال میں لکھے گئے۔

شکست

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں
بہانہ بے عملی کا بنی شرابِ الست!
فقیہہِ شہر بھی رہبانیت پہ ہے مجبور
کہ معرکے ہیں شریعت کے جنگ دست بدست!
گریز کشمکشِ زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست!

عقل و دل

ہر خاکی و نُوری پہ حکومت ہے خرد کی
باہر نہیں کچھ عقلِ خدا داد کی زد سے
عالم ہے غلام اِس کے جلالِ اَزلی کا
اِک دل ہے کہ ہر لحظہ اُلجھتا ہے خرد سے!

مستیٔ کردار

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال
مُلّا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار

شاعر کی نوا مُردہ و افسردہ و بے ذوق
افکار میں مست! نہ خوابیدہ نہ بیدار!
وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

قبر

مرقد کا شبستاں بھی اُسے راس نہ آیا
آرام قلندر کو تہِ خاک نہیں ہے
خاموشیٔ افلاک تو ہے قبر میں لیکن
بے قیدی و پہنائیٔ افلاک نہیں ہے

قلندر کی پہچان

کہتا ہے زمانے سے یہ درویش جوانمرد
جاتا ہے جدھر بندۂ حق تو بھی ادھر جا!
ہنگامے ہیں میرے تری طاقت سے زیادہ
بچتا ہوا بنگاہ قلندر سے گذر جا!
میں کشتیٔ و ملّاح کا محتاج نہ ہوں گا
چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تُو تو اُتر جا!

توڑا نہیں جادُو مری تکبیر نے تیرا؟
ہے تجھ میں مُکر جانے کی جرأت تو مُکر جا!
مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر!
ایّام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر!

فلسفہ

افکار جوانوں کے خفی ہوں کہ جلی ہوں
پوشیدہ نہیں مردِ قلندر کی نظر سے
معلوم ہیں مجھ کو ترے احوال کہ میں بھی
مدّت ہوئی گذرا تھا اسی راہگذر سے
الفاظ کے پیچوں میں اُلجھتے نہیں دانا
غوّاص کو مطلب ہے صدف سے کہ گُہر سے؟
پیدا ہے فقط حلقۂ اربابِ جنوں میں
وہ عقل کہ پا جاتی ہے شُعلے کو شرر سے
جس معنیٔ پیچیدہ کی تصدیق کرے دل
قیمت میں بہت بڑھ کے ہے تابندہ گُہر سے
یا مُردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار
جو فلسفہ لکھا نہ گیا خونِ جگر سے

مردانِ خدا

وہی ہے بندۂ حُر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیّاری!
ازل سے فطرتِ احرار میں ہیں دوش بدوش
قلندری و قباپوشی و کلہ داری!
زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری
وجود انہیں کا طوافِ بُتاں سے ہے آزاد
یہ تیرے مومن و کافر تمام زناری!

کافر و مومن

کل ساحلِ دریا پہ کہا مجھ سے خضر نے
تو ڈھونڈ رہا ہے سمِ افرنگ کا تریاق؟
اک نکتہ مرے پاس ہے شمشیر کی مانند
برندہ و صیقل زدہ و روشن و براق
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق!

مہدی برحق

سب اپنے بنائے ہوئے زنداں میں ہیں محبوس
خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سیار!
پیرانِ کلیسا ہوں کہ شیخانِ حرم ہوں
نے جدّتِ گفتار ہے نے جدّتِ کردار!
ہیں اہلِ سیاست کے وہی کہنہ خم و پیچ
شاعر اسی افلاسِ تخیل میں گرفتار!
دُنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار!

مومن

(دُنیا میں)

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!
افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاکش
خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن!

* یال ذشیش محل ایں لکھے گئے

مچھتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں
جبریل و اسرافیل کا صیاد ہے مومن

(جنّت میں)

کہتے ہیں فرشتے کہ دلآویز ہے مومن
حوروں کو شکایت ہے کم آمیز ہے مومن

محمّد علی باب

تھی خوب حضورِ علما باب کی تقریر!
بیچارہ غلط پڑھتا تھا اعرابِ سمٰوات!
اس کی غلطی پر علماء تھے متبسم
بولا تمہیں معلوم نہیں میرے مقامات!
اب میری امامت کے تصدق میں ہیں آزاد
محبوس تھے اعراب میں قرآن کے آیات!

تقدیر

(ابلیس و یزداں)

ابلیس

اے خدائے کن فکاں مجھ کو نہ تھا آدم سے بیر
آہ! وہ زندانیٔ نزدیک و دور و دیر و زود

حرفِ استکبار، تیرے سامنے ممکن نہ تھا
ہاں مگر تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود

یزداں

کب کھُلا تجھ پر یہ راز؟ انکار سے پہلے کے بعد؟

ابلیس

بعد! اے تیری تجلی سے کمالاتِ وجود!

یزداں

(فرشتوں کی طرف دیکھ کر)

پستیٔ فطرت نے سکھلائی ہے یہ حجت اسے
کہتا ہے تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود
دے رہا ہے اپنی آزادی کو مجبوری کا نام
ظالم اپنے شعلۂ سوزاں کو خود کہتا ہے دود!

(ماخوذ از محی الدین ابن عربی)

اے رُوحِ محمدؐ!

شیرازہ ہوا ملتِ مرحوم کا ابتر!
اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے!
وہ لذتِ آشوب نہیں بحرِ عرب میں
پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے!

ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد
اس کوہ و بیاباں سے حدی خواں کدھر جائے!

اس راز کو اب فاش کر اے رُوحِ محمدؐ
آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

مدنیّت اسلام

بتاؤں تجھ کو مسلماں کی زندگی کیا ہے!
یہ ہے نہایتِ اندیشہ و کمالِ جنوں!
طلُوع ہے صفتِ آفتاب اس کا غروب
یگانہ اور مثالِ زمانہ گونا گوں!
نہ اس میں عصرِ رواں کی حیا سے بیزاری
نہ اس میں عہدِ کہن کے فسانہ و افسوں!
حقایقِ ابدی پر اساس ہے اس کی
یہ زندگی ہے نہیں ہے طلسمِ افلاطوں!
عناصر اس کے ہیں رُوح القدس کا ذوقِ جمال
عجم کا حسنِ طبیعت عرب کا سوزِ دروں!

اِمامت

تُو نے پُوچھی ہے اِمامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے!
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخِ دوست
زندگی تیرے لیئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنۂ ملّتِ بیضا ہے امامت اس کی
جو مُسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے!

فقر و راہبی

کچھ اور چیز ہے شاید تری مُسلمانی
تری نگاہ میں ہے ایک فقر و رہبانی
سکوں پرستیٔ راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی

پسند روح و بدن کی ہے وا نمود اس کو
کہ ہے نہایتِ مومن خودی کی عُریانی!
وجود صیرفیٔ کائنات ہے اُس کا
اسے خبر ہے یہ باقی ہے اور وہ فانی
اِسی سے پوچھ کہ پیشِ نگاہ ہے جو کچھ
جہاں ہے یا کہ فقط رنگ و بُو کی طغیانی
یہ فقر مردِ مسلماں نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولتِ سلمانی و سُلیمانی!

غزل

تیری متاعِ حیات عِلم و ہنر کا سرور
میری متاعِ حیات ایک دلِ ناصبور!
معجزۂ اہلِ فکر فلسفۂ پیچ پیچ
معجزۂ اہلِ ذکر موسیٰ و فرعون و طور!
مصلحتاً کہہ دیا میں نے مُسلماں تجھے
تیرے نفس میں نہیں گرمیٔ یوم النشور!
ایک زمانے سے ہے چاک گریباں مِرا
تُو ہے ابھی ہوش میں! میرے جنوں کا قصور!

فیضِ نظر کیلئے ضبطِ سخن چاہیے!
حرفِ پریشاں نہ کہہ اہلِ نظر کے حضور!
خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور، فقر ہو جس کا غیور!

تسلیم و رضا

ہر شاخ سے یہ نکتۂ پیچیدہ ہے پیدا
پودوں کو بھی احساس ہے پہنائے فضا کا!
ظلمت کدۂ خاک پہ شاکر نہیں رہتا
ہر لحظہ ہے دانے کو جنوں نشو و نما کا!
فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہِ عمل بند
مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا!
جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مردِ خدا! ملکِ خدا تنگ نہیں ہے!

نکتۂ توحید

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے!
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے!

وہ رمزِ شوق کہ پوشیدہ لَا اِلٰہ میں ہے
طریقِ شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہیے!
سرورِ جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے!
جہاں میں بندۂ حُر کے مشاہدات ہیں کیا
تری نگاہ غلامانہ ہو تو کیا کہیے!
مقامِ فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے!

الہام اور آزادی

ہو بندۂ آزاد اگر صاحبِ الہام
ہے اُس کی نگہ فکر و عمل کیلئے مہمیز!
اِس کے نفسِ گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہو جاتی ہے خاکِ چمنستاں شرر آمیز!
شاہیں کی ادا ہوتی ہے بُلبُل میں نمودار
کِس درجہ بدل جاتے ہیں مرغانِ سحر خیز!
اِس مردِ خود آگاہ و خدا مست کی صحبت
دیتی ہے گداؤں کو شکوہِ جم و پرویز!

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گرِ اقوام ہے وہ صورتِ چنگیز!

جان و تن

عقل مدت سے ہے اس پیچاک میں اُلجھی ہوئی
رُوح کس جوہر سے، خاکِ تیرہ کس جوہر سے ہے
میری مشکل، مستی و شور و سرور و درد و داغ
تیری مشکل، مے سے ہے ساغر کہ مے ساغر سے ہے
ارتباطِ حرف و معنی؟ اختلاطِ جان و تن؟
جس طرح اخگر قبا پوش اپنی خاکستر سے ہے

لاہور و کراچی

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمانِ غیور!
موت کیا شے ہے؟ فقط عالمِ معنی کا سفر!
ان شہیدوں کی دیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر!
آہ! اے مردِ مسلماں تجھے کیا یاد نہیں
حرفِ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً آخَر!

نبوّت

میں نہ عارف نہ مجدّد نہ محدّث نہ فقیہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں مگر عالمِ اسلام پہ رکھتا ہوں نظر
فاش ہے مجھ پہ ضمیرِ فلکِ نیلی فام!
عصرِ حاضر کی شبِ تار میں دیکھی میں نے
یہ حقیقت کہ ہے روشن صفتِ ماہِ تمام
وُہ نبوّت ہے مُسلماں کیلئے برگِ حشیش
جس نبوّت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام!

آدم

طلسمِ بود و عدم جس کا نام ہے آدم
خدا کا راز ہے قادر نہیں ہے جس پہ سخن!
زمانہ صبحِ ازل سے رہا ہے محوِ سفر
مگر یہ اُس کی تگ و دو سے ہو سکا نہ کُہن!
اگر نہ ہو تجھے اُلجھن تو کھول کر کہہ دوں
وجودِ حضرتِ اِنساں نہ رُوح ہے نہ بدن!

مکّہ اور جنیوا

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام
پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدتِ آدم
تفریقِ ملل حکمتِ افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملّتِ آدم!
مکّے نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام
جمعیّتِ اقوام کہ جمعیّتِ آدم!

اے پیرِ حرم

اے پیرِ حرم رسم و رہِ خانقہی چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت
دے اُن کو سبق خودشکنی خودنگری کا
تو اُن کو سکھا خارہ شگافی کے طریقے
مغرب نے سکھایا انہیں فن شیشہ گری کا
دل توڑ گئی اُن کا دو صدیوں کی غلامی
دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا!

کہہ جاتا ہوں میں زورِ جنوں میں ترے اسرار
مجھ کو بھی صِلہ دے مری آشفتہ سری کا!

مہدی

قوموں کی حیات اُن کے تخیل پہ ہے موقوف
یہ ذوق سِکھاتا ہے ادب مُرغِ چمن کو
مجذوبِ فرنگی نے بانداز فرنگی
مہدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو
اے وہ کہ تو مہدی کے تخیل سے ہے بیزار
نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو
ہو زندہ کفن پوش تو میّت اسے سمجھیں
یا چاک کریں مردکِ ناداں کے کفن کو!

مردِ مسلماں

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان!
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان!

ہمسایۂ جبریلِ امیں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن، نہ بخارا نہ بدخشاں!
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآں!
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دُنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان!
جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم!
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان!
فطرت کا سرودِ ازلی اِس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمٰن!
بنتے ہیں مری کارگہِ فکر میں انجم
لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان!

پنجابی مُسلمان

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کر لے کہیں منزل تو گذرتا ہے بہت جلد!
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مُریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد!

تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخِ نشیمن سے اُترتا ہے بہت جلد!

آزادی

ہے کس کی یہ جراءت کہ مُسلمان کو ٹوکے
حُرّیتِ افکار کی نعمت ہے خداداد
چاہے تو کرے کعبے کو آتشکدۂ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد!
قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اِک تازہ شریعت کرے ایجاد!
ہے مملکتِ ہند میں اِک طرفہ تماشا
اِسلام ہے محبوس، مُسلمان ہے آزاد!

اشاعت اسلام فرنگستان میں!

ضمیر اس مدنیّت کا دیں سے ہے خالی
فرنگیوں میں اخوت کا ہے نسب پہ قیام
بُلند تر نہیں انگریز کی نگاہوں میں
قبولِ دینِ مسیحی سے برہمن کا مقام

اگر قبول کرے دینِ مصطفےٰ انگریز
سیاہ روز مسلماں رہے گا پھر بھی غلام

لا و اِلّا

فضائے نور میں کرتا نہ شاخ و برگ و بر پیدا
سفر خاکی شبستاں سے نہ کرسکتا اگر دانہ
نہادِ زندگی میں ابتدا لا انتہا اِلّا
پیامِ موت ہے جب لا ہوا اِلّا سے بیگانہ!
وہ ملت رُوح جس کی لا سے آگے بڑھ نہیں سکتی!
یقیں جانو ہوا لبریز اس مِلّت کا پیمانہ!

اُمرائے عرب سے

کرے یہ کافرِ ہندی بھی جراتِ گفتار
اگر نہ ہو اُمرائے عرب کی بے ادبی!
یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس اُمّت کو
وصالِ مصطفوی، افتراقِ بولہبی!
نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا
محمدِ عربی سے ہے عالمِ عربی!

٭ بھوپال (شیش محل) میں لکھے گئے

احکامِ الٰہی

پابندیِ تقدیر کہ پابندیِ احکام؟
یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مردِ خرد مند!
اِک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر!
ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش ابھی خورسند
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند!

موت

لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے
اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے
مہ و ستارہ مثالِ شرارہ یک دو نفس
مئے خودی کا ابد تک سُرور رہتا ہے!
فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دُور رہتا ہے!

قُم باذنِ اللہ

جہاں اگرچہ دگرگوں ہے قُم باذنِ اللہ
وہی زمیں وہی گردُوں ہے قُم باذنِ اللہ
کیا نوائے اناالحق کو آتشیں جس نے
تری رگوں میں وہی خوں ہے قُم باذنِ اللہ
غمیں نہ ہو کہ پراگندہ ہے شعور ترا
فرنگیوں کا یہ افسوں ہے قُم باذنِ اللہ

تعلیم و تربیت

مقصود

(سپنوزا)

نظر حیات پہ رکھتا ہے مردِ دانشمند
حیات کیا ہے؟ حضور و سرور و نور و وجود!

(فلاطون)

نگاہ موت پہ رکھتا ہے مردِ دانشمند!
حیات ہے شبِ تاریک میں شرر کی نمود

حیات و موت نہیں التفات کے لائق
فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

زمانۂ حاضر کا انسان

عشق ناپید و خرد مے گزدش صورتِ مار
عقل کو تابعِ فرمانِ نظر کر نہ سکا

٭ ریاض منزل (دولت کدۂ سر راس مسعود) بھوپال میں لکھے گئے

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا،
اپنے افکار کی دُنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سُورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا!

اقوامِ مشرق

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق اُن کو
آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور
زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر
یہ فرنگی مدنیّت کہ جو ہے خود لبِ گور!

آگاہی

نظر سپہر پہ رکھتا ہے جو ستارہ شناس
نہیں ہے اپنی خودی کے مقام سے آگاہ!
خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا
وہی ہے مملکتِ صبح و شام سے آگاہ!

وہی نگاہ کے ناخوب و خوب سے محرم
وہی ہے دل کے حلال و حرام سے آگاہ!

مصلحین مشرق

میں ہوں نومید تیرے ساقیانِ سامری فن سے
کہ بزمِ خاوراں میں لے کے آئے ساتگیں خالی!
نئی بجلی کہاں اُن بادلوں کے جیب دامن میں
پُرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی!

مغربی تہذیب

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ رُوح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ رُوح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف!

اسرار پیدا

اُس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد!

ناچیز جہانِ مہ و پرویں ترے آگے
وہ عالمِ مجبور ہے تو عالمِ آزاد!
موجوں کی تپش کیا ہے؟ فقط ذوقِ طلب ہے
پنہاں جو صدف میں ہے وہ دولت ہے خداداد!
شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُردم ہے اگر تو تو نہیں خطرۂ اُفتاد!

سُلطان ٹیپو کی وصیّت

تو رہ نوردِ شوق ہے؟ منزل نہ کر قبول!
لیلےٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول!
اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز!
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول!
کھویا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں!
محفل گداز! گرمیِ محفل نہ کر قبول!
صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول!
باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکتِ میانۂ حق و باطل نہ کر قبول!

غزل

نہ میں اعجمی نہ ہندی نہ عراقی و حجازی
کہ خودی سے میں نے سیکھی دو جہاں سے بے نیازی!

تو مری نظر میں کافر میں تری نظر میں کافر
ترا دین نفَس شماری مرا دین نفَس گدازی

تو بدل گیا تو بہتر کہ بدل گئی شریعت
کہ موافق تدرواں نہیں دینِ شاہبازی!

ترے دور میں مجھ کو وہ جنوں نظر نہ آیا
کہ سکھا سکے خرد کو رہ و رسمِ کارسازی!

نہ جدا رہے نوا گر تب و تابِ زندگی سے
کہ ہلاکئی امم ہے یہ طریقِ نےنوازی!

بیداری

جس بندۂ حق بیں کی خودی ہو گئی بیدار
شمشیر کی مانند ہے بُرّندہ و بّراق
اُس کی نگہِ شوخ پہ ہوتی ہے نمودار
ہر ذرہ میں پوشیدہ ہے جو قوتِ اشراق!

اُس مردِ خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو
تو بندۂ آفاق ہے وہ صاحبِ آفاق
تجھ میں ابھی پیدا نہیں ساحل کی طلب بھی
وہ پاکیٔ فطرت سے ہوا محرمِ اعماق!

خودی کی تربیت

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
کہ مشتِ خاک میں پیدا ہو آتشِ ہمہ سوز!
یہی ہے سرِّ کلیمی ہر اک زمانے میں
ہوائے دشت و شعیب و شبانیٔ شب و روز!

آزادیٔ فکر

آزادیٔ افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ!

خودی کی زندگی

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی!
نہیں ہے سنجر و طغرل سے کم شکوہِ فقیر!
خودی ہو زندہ تو دریائے بیکراں پایاب
خودی ہو زندہ تو کہسار پرنیاں و حریر!
نہنگ زندہ ہے اپنے محیط میں آزاد
نہنگِ مُردہ کو موجِ سراب بھی زنجیر!

حکومت

ہے مریدوں کو تو حق بات گوارا لیکن
شیخ و مُلّا کو بُری لگتی ہے درویش کی بات
قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے متاعِ کردار
بحث میں آتا ہے جب فلسفۂ ذات و صفات
گرچہ اس دیرِ کہن کا ہے یہ دستورِ قدیم
کہ نہیں میکدہ و ساقی و مینا کو ثبات!

ہ ریاض منزل (دولت کدہ سر راس مسعود) بھوپال میں لکھے گئے

قسمت بادہ مگر حق ہے اسی ملت کا
انگبیں جس کے جوانوں کو ہے تلخابِ حیات!

ہندی مکتب

اقبال! یہاں نام نہ لے علم و خودی کا
موزوں نہیں مکتب کیلئے ایسے مقالات
بہتر ہے کہ بیچارے ممولوں کی نظر سے
پوشیدہ رہیں باز کے احوال و مقامات
آزادی کی اِک آن ہے محکوم کا اِک سال
کس درجہ گراں سیر ہیں محکوم کے اوقات
آزاد کا ہر لحظہ پیامِ ابدیت
محکوم کا ہر لحظہ نئی مرگِ مفاجات!
آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منور
محکوم کا اندیشہ گرفتارِ خرافات!
محکوم کو پیروں کی کرامات کا سودا
ہے بندۂ آزاد خود اِک زندہ کرامات
محکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی
موسیقی و صورت گری و علمِ نباتات

تربیت

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوزِ جگر ہے علم ہے سوزِ دماغ
علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ!
اہلِ دانش عام ہیں کم یاب ہیں اہلِ نظر
کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاغ!
شیخِ مکتب کے طریقوں سے کشادہ دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ!

خوب و زشت

ستارگانِ فضا ہائے نیلگوں کی طرح
تخیلات بھی ہیں تابعِ طلوع و غروب
جہاں خودی کا بھی ہے صاحبِ فراز و نشیب
یہاں بھی معرکہ آرا ہے خوب سے ناخوب!
نمود جس کی فرازِ خودی سے ہو وہ جمیل
جو ہو نشیب میں پیدا قبیح و نامحبوب!

مرگِ خودی

خودی کی موت سے مغرب کا اندروں بے نور
خودی کی موت سے مشرق ہے مبتلائے جذام!
خودی کی موت سے رُوحِ عرب ہے بے تب و تاب
بدن عراق و عجم کا ہے بے عروق و عظام!
خودی کی موت سے ہندی شکستہ بالوں پر
قفس ہوا ہے حلال اور آشیانہ حرام!
خودی کی موت سے پیرِ حرم ہوا مجبور
کہ بیچ کھائے مسلماں کا جامۂ احرام!

مہمان عزیز

پُر ہے افکار سے اِن مدرسہ والوں کا ضمیر!
خوب و ناخوب کی اِس دور میں ہے کس کو تمیز!
چاہیے خانۂ دل کی کوئی منزل خالی
شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمان عزیز!

عصرِ حاضر

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی
اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے ہر چیز کو خام!
مدرسے عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر
چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام!
مردہ لادینیِ افکار سے افرنگ میں عشق
عقل بے ربطیِ افکار سے مشرق میں غلام!

طالبِ علم

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے!
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں!
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں!

امتحاں

کہا پہاڑ کی ندی نے سنگ ریزے سے
فتادگی و سرافگندگی تری معراج

ترا یہ حال کہ پامال و دردمند ہے تو
مری یہ شان کہ دریا بھی ہے مرا محتاج!
جہاں میں تو کسی دیوار سے نہ ٹکرایا
کسے خبر کہ تو ہے سنگِ خارہ یا کہ زجاج!

مدرسہ

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی رُوح تری دے کے تجھے فکرِ معاش!
دل لرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے ترا
زندگی موت ہے کھو دیتی ہے جب ذوقِ خراش
اِس جنوں سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا
جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش
فیضِ فطرت نے تجھے دیدۂ شاہیں بخشا
جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہِ خفاش
مدرسے نے تری آنکھوں سے چھپایا جن کو
خلوتِ کوہ و بیاباں میں وہ اسرار ہیں فاش

حکیم نطشہ

حریفِ نکتۂ توحید ہو سکا نہ حکیم!
نگاہ چاہیے اسرارِ لَا اِلٰہ کیلئے
خدنگ سینۂ گردوں ہے اس کا فکرِ بلند
کمند اس کا تخیّل ہے مہر و مہ کیلئے
اگرچہ پاک ہے طینت میں راہبی اس کی
ترس رہی ہے مگر لذّتِ گنہ کیلئے

اساتذہ

مقصد ہو اگر تربیتِ لعلِ بدخشاں
بے سود ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتو
دُنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار
کیا مدرسہ کیا مدرسہ والوں کی تگ و دو!
کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو!

غزل

ملے گا منزلِ مقصود کا اُسی کو سُراغ!
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ
میسّر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حُر کے لئے جہاں میں فراغ
فروغِ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے
تری نظر کا نگہباں ہو صاحبِ مازاغ!
وہ بزمِ عیش ہے مہمانِ یک نفس دو نفس!
چمک رہے ہیں مثالِ ستارہ جس کے ایاغ!
کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا
صبا سے بھی نہ مِلا تجھ کو بوئے گُل کا سُراغ!

دین و تعلیم

مجھ کو معلوم ہیں پیرانِ حرم کے انداز
ہو نہ اخلاص تو دعوئے نظر لاف وگزاف
اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم!
ایک سازش ہے فقط دینِ مُروت کے خلاف

اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف!
فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملّت کے گناہوں کو معاف!

جاوید سے

(۱)

غارت گرِ دیں ہے یہ زمانہ — ہے اس کی نہاد کافرانہ
دربارِ شہنشہی سے خوشتر — مردانِ خدا کا آستانہ!
لیکن یہ دورِ ساحری ہے — انداز ہیں سب کے جادوانہ
سرچشمۂ زندگی ہوا خشک — باقی ہے کہاں مئے شبانہ
خالی اِن سے ہوا دبستاں — تھی جن کی نگاہ تازیانہ
جس گھر کا مگر چراغ تُو ہے — ہے اس کا مذاق عارفانہ!
جوہر میں ہو لا الٰہ تو کیا خوف — تعلیم ہو گو فرنگیانہ!
شاخِ گل پر چہک ولیکن — کر اپنی خودی میں آشیانہ
وہ بحر ہے آدمی کہ جس کا — یہ قطرہ ہے بحرِ بیکرانہ
دہقاں اگر نہ ہو تن آساں — ہر دانہ ہے صد ہزار دانہ

غافل منشیں نہ وقت بازی ست
وقت ہنر است و کار سازی ست

(۲)

سینے میں اگر نہ ہو دلِ گرم — رہ جاتی ہے زندگی میں خامی!
نخچیر اگر ہو زیرک و چست — آتی نہیں کام کہنہ دامی!
ہے آبِ حیات اسی جہاں میں — شرط اس کیلئے ہے تشنہ کامی!
غیرت ہے طریقتِ حقیقی — غیرت سے ہے فقر کی تمامی!
اے جانِ پدر نہیں ہے ممکن — شاہیں سے تدرو کی غلامی!
نایاب نہیں متاعِ گفتار — صد انوری و ہزار جامی!
ہے میری بساط کیا جہاں میں — بس ایک فغانِ زیرِ بامی!
اِک صدقِ مقال ہے کہ جس سے — میں چشمِ جہاں میں ہوں گرامی!
اللہ کی دین ہے جسے دے — میراث نہیں بلند نامی!
اپنے نورِ نظر سے کیا خوب — فرماتے ہیں حضرتِ نظامی!

"جائے کہ بزرگ بایدت بود
فرزندیٔ من ندارت سود"!

(۳)

مومن پہ گراں ہیں یہ شب و روز — دین و دولت قمار بازی!
ناپید ہے بندۂ عمل مست — باقی ہے فقط نفس درازی!
ہمتِ ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر — جس فقر کی اصل ہے حجازی

اس فقر سے آدمی میں پیدا ۔ اللہ کی شانِ بے نیازی
کنجشک و حمام کیلئے موت ۔ ہے اس کا مقام شاہبازی
روشن اس سے خرد کی آنکھیں ۔ بے سرمۂ بوعلی و رازی!
حاصل اس کا شکوہِ محمود ۔ فطرت میں اگر نہ ہو ایازی!
تیری دنیا کا یہ سرافیل ۔ رکھتا نہیں ذوقِ نے نوازی!
ہے اس کی نگاہ عالم آشوب ۔ در پردہ تمام کارسازی
یہ فقیرِ غیور جس نے پایا ۔ بے تیغ و سناں ہے مردِ غازی

مومن کی اسی میں ہے امیری
اللہ سے مانگ یہ فقیری

عورت

مردِ فرنگ

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں!

ایک سوال

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے
ہند و یونان ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بیکار و زن تہی آغوش!

پردہ

بہت رنگ بدلے سپہر بریں نے
خدایا یہ دنیا جہاں تھی وہیں ہے

تفاوت نہ دیکھا زن و شو میں میں نے
وہ خلوت نشیں ہے! یہ جلوت نشیں ہے
ابھی تک ہے پردے میں اولادِ آدم
کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے

خلوت

رُسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے
روشن ہے نگہ آئینۂ دِل ہے مکدّر
بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر
آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
وہ قطرۂ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر
خلوت میں خودی ہوتی ہے خود گیر ولیکن
خلوت نہیں اب دیر و حرم میں بھی میسّر!

عورت

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

شرف میں بڑھ کے ثریّا سے مُشتِ خاک اسکی
کہ ہر شرف ہے اُسی دُرج کا دُرِ مکنوں!
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن!
اِسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں!

آزادیٔ نِسواں

اِس بحث کا کچھ فیصلہ میں کر نہیں سکتا
گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے وہ قند
کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب
پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند!
اُس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
مجبور ہیں معذور ہیں مردانِ خردمند
کیا چیز ہے آرایش و قیمت میں زیادہ
آزادیِ نسواں کہ زمردِ کا گلوبند؟

عورت کی حفاظت

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستُور.
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہُو سرد

بے پردہ نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی
نسوانیتِ زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

عورت اور تعلیم

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ اُمومت
ہے حضرتِ انساں کے لئے اسکا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت!
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق و محبّت کے لئے علم و ہنر موت

عورت

جوہرِ مرد عیاں ہوتا ہے بے منتِ غیر
غیر کے ہاتھ میں ہے جوہرِ عورت کی نمود
راز ہے اس کے تپِ غم کا یہی نکتۂ شوق
آتشیں لذتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود
کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرارِ حیات
گرم اسی آگ سے ہے معرکۂ بود و نبود
میں بھی مظلومیِ نسواں سے ہوں غمناک بہت
نہیں ممکن مگر اس عقدۂ مشکل کی کشود

ادبیات، فنونِ لطیفہ

دین و ہُنر

سرود و شعر و سیاست، کتاب و دین و ہُنر
گُہر ہیں اُن کی گرہ میں تمام یکدانہ
ضمیرِ بندۂ خاکی سے ہے نمود ان کی
بلند تر ہے ستاروں سے اُن کا کاشانہ!
اگر خودی کی حفاظت کریں تو عینِ حیات
نہ کر سکیں تو سراپا فسون و افسانہ!
ہوئی ہے زیرِ فلک اُمتوں کی رسوائی
خودی سے جب ادب و دیں ہوئے ہیں بیگانہ!

تخلیق

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا
خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے
اس آبجُو سے کیے بحرِ بیکراں پیدا
وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمرِ جاوداں پیدا

خودی کی موت سے مشرق کی سرزمینوں میں
ہوا نہ کوئی خدائی کا رازداں پیدا!
ہوائے دشت سے بوئے رفاقت آتی ہے
عجب نہیں ہے کہ ہوں میرے ہم عناں پیدا!

جُنوں

زجاج گر کی دُکاں شاعری و مُلّائی
ستم ہے خوار پھرے دشت و در میں دیوانہ
کسے خبر کہ جنوں میں کمال اور بھی ہیں
کریں اگر اسے کوہ و کمر سے بیگانہ!
ہجومِ مدرسہ بھی سازگار ہے اس کو
کہ اس کے واسطے لازم نہیں ہے ویرانہ!

اپنے شعر سے

ہے گلہ مجھ کو تری لذتِ پیدائی کا
تو ہوا فاش تو ہیں اب مرے اسرار بھی فاش
شعلہ سے ٹوٹ کے مثلِ شرر آوارہ نہ رہ
کر کسی سینۂ پُرسوز میں خلوت کی تلاش!

پیرس کی مسجد

مری نگاہ کمالِ ہنر کو کیا دیکھے
کہ حق سے یہ حرمِ مغربی ہے بیگانہ
حرم نہیں ہے، فرنگی کرشمہ بازوں نے
تنِ حرم میں چھپا دی ہے روحِ بتخانہ!
یہ بتکدہ انہیں غارتگروں کی ہے تعمیر
دمشق ہاتھ سے جن کے ہوا ہے ویرانہ!

ادبیات

عشق اب پیروئ عقلِ خدا داد کرے
آبرو کوچۂ جاناں میں نہ برباد کرے
کہنہ پیکر میں نئی روح کو آباد کرے
یا کہن روح کو تقلید سے آزاد کرے

نگاہ

بہار و قافلۂ لالہ ہائے صحرائی
شباب و مستی و ذوقِ سرورِ رعنائی

مردِ فرنگ

ہزار بار حکیموں نے اس کو سُلجھایا
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں!

ایک سوال

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے
ہند و یونان ہیں جسکے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بیکار و زن تہی آغوش!

پردہ

بہت رنگ بدلے سپہر بریں نے
خدایا یہ دُنیا جہاں تھی وہیں ہے

ہے مری بانگِ اذاں میں نہ بلندی نہ شکوہ
کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلماں کا سجود

تیاتر

تری خودی سے ہے روشن ترا حریم وجود
حیات کیا ہے؟ اِسی کا سرور سوز و ثبات
بلند تر مہ و پرویں سے ہے اسی کا مقام
اسی کے نور سے پیدا ہیں تیرے ذات و صفات
حریم تیرا خودی غیر کی معاذ اللہ
دوبارہ زندہ نہ کر کاروبارِ لات و منات
یہی کمال ہے تمثیل کا کہ تو نہ رہے
رہا نہ تو، تو نہ سوزِ خودی نہ سازِ حیات

شعاعِ اُمید

(۱)

سورج نے دیا اپنی شعاعوں کو یہ پیغام
دُنیا ہے عجب چیز! کبھی صبح کبھی شام
مدت سے تم آوارہ ہو پہنائے فضا میں
بڑھتی ہی چلی جاتی ہے بے مہریٔ ایام

لے ریت کے ذرّوں پہ چمکنے میں ہے راحت
لے مثلِ صبا طوفِ گل و لالہ میں آرام
پھر میرے تجلّی کدۂ دل میں سما جاؤ!
چھوڑو چمنستان و بیابان و در و بام!

(۲)

آفاق کے ہر گوشے سے اُٹھتی ہیں شعاعیں
بچھڑے ہوئے خورشید سے ہوتی ہیں ہم آغوش!
اک شور ہے مغرب میں اُجالا نہیں مُمکن
افرنگ مشینوں کے دھوئیں سے ہے سیہ پوش!
مشرق نہیں گو لذّتِ نظارہ سے محروم
لیکن صفتِ عالمِ لاہوت ہے خاموش!
پھر ہم کو اسی سینۂ روشن میں چھپا لے
اے مہرِ جہاں تاب نہ کر ہم کو فراموش!

(۳)

اِک شوخ کرن، شوخ مثالِ نگہِ حور
آرام سے فارغ صفتِ جوہرِ سیماب!
بولی کہ مجھے رُخصتِ تنویر عطا ہو
جب تک نہ ہو مشرق کا ہر اک ذرّہ جہاں تاب
چھوڑوں گی نہ میں ہند کی تاریک فضا کو

جب تک نہ اُٹھیں خواب سے مردانِ گراں خواب!
خاور کی اُمیدوں کا یہی خاک ہے مرکز!
اقبال کے اشکوں سے یہی خاک ہے سیراب!
چشمِ مہ و پرویں ہے اِسی خاک سے روشن
یہ خاک کہ ہے جس کا خزف ریزہ دُرِ ناب!
اِس خاک سے اُٹھتے ہیں وہ غوّاصِ معانی
جن کے لئے ہر بحرِ پُر آشوب ہے پایاب!
جِس ساز کے نغموں سے حرارت تھی دلوں میں
محفل کا وہی ساز ہے بیگانۂ مضراب!
بُت خانے کے دروازے پہ سوتا ہے برہمن
تقدیر کو روتا ہے مُسلماں تہِ محراب!
مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

اُمیدؔ

مقابلہ تو زمانہ کا خوب کرتا ہُوں
اگرچہ میں نہ سپاہی ہوں نے امیرِ جُنود

---

* ریاض منزل (دولت کدۂ سر راس مسعود) بھوپال میں لکھے گئے۔

مجھے خبر نہیں یہ شاعری ہے یا کچھ اور
عطا ہوا ہے مجھے ذکر و فکر و جذب و سرود!
جبینِ بندۂ حق میں نمود ہے جس کی
اُسی جلال سے لبریز ہے ضمیرِ وجود!
یہ کافری تو نہیں کافری سے کم بھی نہیں
کہ مردِ حق ہو گرفتارِ حاضر و موجود!
غمیں نہ ہو کہ بہت دُور ہیں ابھی باقی
نئے ستاروں سے خالی نہیں سپہرِ کبود!

نگاہِ شوق

یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا
کہ ذرّہ ذرّہ میں ہے ذوقِ آشکارائی
کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبارِ جہاں
نگاہِ شوق اگر ہو شریکِ بینائی
اسی نگاہ سے محکوم قوم کے فرزند!
ہوئے جہاں میں سزاوارِ کارفرمائی!
اِسی نگاہ میں ہے قاہری و جبّاری
اِسی نگاہ میں ہے دلبری و رعنائی!

اسی نگاہ سے ہر ذرّہ کو جنوں میرا
سکھا رہا ہے رہ و رسمِ دشت پیمائی!
نگاہِ شوق میسّر نہیں اگر تجھکو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

اہلِ ہُنر سے

مہر و مہ و مُشتری چند نفس کا فروغ
عشق سے ہے پائدار تیری خودی کا وجود
تیرے حرم کا ضمیر اسود و احمر سے پاک
ننگ ہے تیرے لئے سُرخ و سپید و کبود
تیری خودی کا غیاب معرکۂ ذکر و فکر
تیری خودی کا حضور عالمِ شعر و سرود!
رُوح اگر ہے تری رنجِ غلامی سے زار
تیرے ہُنر کا جہاں دَیر و طواف و سجود!
اور اگر باخبر اپنی شرافت سے ہو
تیری سپہ اُنس و جن! تو ہے امیرِ جنود

غزل

دریا میں موتی! اے موجِ بے باک!
ساحل کی سوغات، خار و خس و خاک!

میرے شرر میں بجلی کے جوہر!
لیکن نیستاں تیرا ہے نمناک!

تیرا زمانہ تاثیر تیری!
ناداں! نہیں یہ تاثیرِ افلاک!

ایسا جنوں بھی دیکھا ہے میں نے
جس نے سیئے ہیں تقدیر کے چاک!

کامل وہی ہے رندی کے فن میں
مستی ہے جس کی بے منتِ تاک!

رکھتا ہے اب تک مے خانۂ شرق
وہ مے کہ جس سے روشن ہو ادراک!

اہلِ نظر ہیں یورپ سے نومید
اِن اُمتوں کے باطن نہیں پاک!

وجود

اے کہ ہے زیرِ فلک مثلِ شرر تیری نمود!
کون سمجھائے تجھے کیا ہیں مقاماتِ وجود
گر ہنر میں نہیں تعمیرِ خودی کا جوہر،
وائے صورت گری و شاعری و نائے سرود!
مکتب و میکدہ جز درسِ نبودن ندہند
بودن، آموز کہ ہم باشی و ہم خواہی بود

سرود

آیا کہاں سے نالۂ نے میں سرورِ مے
اصل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوبِ نے؟
دل کیا ہے؟ اس کی مستی و قوت کہاں سے ہے؟
کیوں اس کی اک نگاہ الٹتی ہے تختِ کَے؟
کیوں اس کی زندگی سے ہے اقوام میں حیات؟
کیوں اس کے واردات بدلتے ہیں پے بہ پے؟
کیا بات ہے کہ صاحبِ دل کی نگاہ میں
جچتی نہیں ہے سلطنتِ روم و شام و رے؟

جس روز دل کی رمزِ مغنّی سمجھ گیا!
سمجھو تمام مرحلہ ہائے ہُنر ہیں طے!

نسیم و شبنم

نسیم

انجم کی فضا تک نہ ہوئی میری رسائی
کرتی رہی ہیں پیرہنِ لالہ و گُل چاک!
مجبُور ہُوئی جاتی ہوں میں ترکِ وطن پر
بے ذوق ہیں بُلبُل کی نوا ہائے طربناک!
دونوں سے کیا ہے تجھے تقدیر نے محرم
خاکِ چمن اچھی کہ سراپردۂ افلاک!

شبنم

کھینچیں نہ اگر تجھ کو چمن کے خس و خاشاک!
گلشن بھی ہے اِک سِرِّ سراپردۂ افلاک!

اہرامِ مصر

اس دشتِ جگر تاب کی خاموش فضا میں
فطرت نے فقط ریت کے ٹیلے کیے تعمیر!
اہرام کی عظمت سے نگوں سار ہیں افلاک!
کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی یہ تصویر!
فطرت کی غلامی سے کر آزاد ہُنر کو
صیّاد ہیں مردانِ ہُنر مند کہ نخچیر؟

مخلوقاتِ ہُنر

ہے یہ فردوسِ نظر اہلِ ہُنر کی تعمیر!
فاش ہے چشمِ تماشا پہ نہاں خانۂ ذات!
نہ خودی ہے نہ جہانِ سحر و شام کے دور
زندگانی کی حریفانہ کشاکش سے نجات!
آہ! وہ کافرِ بیچارہ کہ ہیں اس کے صنم!
عصرِ رفتہ کے وہی ٹوٹے ہوئے لات و منات!
تو ہے میّت! یہ ہُنر تیرے جنازے کا امام!
نظر آئی جسے مرقد کے شبستاں میں حیات!

اقبال

فردوس میں رومی سے یہ کہتا تھا سنائی
مشرق میں ابھی تک ہے وہی کاسہ، وہی آش!
حلاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر
اِک مردِ قلندر نے کیا رازِ خودی فاش!

فنونِ لطیفہ

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
مقصودِ ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا!
جس سے دلِ دریا متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا وہ گہر کیا!
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا!
بے معجزہ دُنیا میں اُبھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وُہ ہُنر کیا!

صبحِ چمن

پھول

شاید تو سمجھتی تھی وطن دور ہے میرا
اے قاصدِ افلاک! نہیں دور نہیں ہے

شبنم

ہوتا ہے مگر محنتِ پرواز سے روشن
یہ نکتہ کہ گردوں سے زمیں دور نہیں ہے

صبح

مانندِ سحر صحنِ گلستاں میں قدم رکھ
آئے تہِ پا گوہرِ شبنم تو نہ ٹوٹے
ہو کوہ و بیاباں سے ہم آغوش و لیکن
ہاتھوں سے ترے دامنِ افلاک نہ چھوٹے

خاقانی

وہ صاحبِ تحفۃ العراقین
اربابِ نظر کا قرۃ العین
ہے پردہ شگاف اس کا ادراک
پردے ہیں تمام چاک در چاک!
خاموش ہے عالمِ معانی
کہتا نہیں حرفِ لن ترانی!
پوچھ اس سے یہ خاکداں ہے کیا چیز
ہنگامۂ این و آں ہے کیا چیز!
وہ محرمِ عالمِ مکافات!
اک بات میں کہہ گیا ہے سو بات

رومی

غلط نگر ہے تری چشمِ نیم باز اب تک!
ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک!
ترا نیاز نہیں آشنائے ناز اب تک!
کہ ہے قیام سے خالی تری نماز اب تک!

گسستہ تار ہے تری خودی کا ساز اب تک!
کہ تو ہے نغمۂ رومی سے بے نیاز اب تک!

جدّت

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک منوّر ہوں ترے نورِ سحر سے
خورشید کرے کسبِ ضیا تیرے شرر سے
ظاہر تری تقدیر ہو سیمائے قمر سے
دریا متلاطم ہوں تری موجِ گہر سے
شرمندہ ہو فطرت ترے اعجازِ ہنر سے
اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی!
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی!

مرزا بیدل

ہے حقیقت یا مری چشمِ غلط بیں کا فساد
یہ زمیں یہ دشت یہ کہسار یہ چرخِ کبود!
کوئی کہتا ہے نہیں ہے کوئی کہتا ہے کہ ہے
کیا خبر ہے یا نہیں ہے تیری دُنیا کا وجود!

میرزا بیدل نے کس خوبی سے کھولی یہ گرہ
اہلِ حکمت پر بہت مشکل رہی جس کی کشود!
"حسن اگر می داشت وسعت بے نشاں بود این چمن
رنگِ مے بیروں نشست از بسکہ مینا تنگ بود"

جلال و جمال

مرے لئے ہے فقط زورِ حیدری کافی
ترے نصیب فلاطوں کی تیزیٔ ادراک
مری نظر میں یہی ہے جمال و زیبائی
کہ سر بسجدہ ہیں قوّت کے سامنے افلاک!
نہ ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر!
ترا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتش ناک!
مجھے سزا کے لئے بھی نہیں قبول وہ آگ!
کہ جس کا شعلہ نہ ہو تند و سرکش و بیباک!

مُصوّر

کس درجہ یہاں عام ہوئی مرگِ تخیل،
ہندی بھی فرنگی کا مقلّد عجمی بھی!

مجھ کو تو یہی غم ہے کہ اِس دور کے بہزاد
کھو بیٹھے ہیں مشرق کا سُرورِ ازلی بھی!
معلُوم ہیں اے مردِ ہُنر تیرے کمالات
صنعت تجھے آتی ہے پُرانی بھی نئی بھی!
فِطرت کو دکھایا بھی ہے دیکھا بھی ہے تو نے
آئینۂ فِطرت میں دِکھا اپنی خودی بھی!

سُرودِ حلال

کُھل تو جاتا ہے مغنّی کے بم و زیر سے دِل
نہ رہا زِندہ و پایندہ تو کیا دِل کی کشود
ہے ابھی سینۂ افلاک میں پنہاں وہ نوا
جس کی گرمی سے پِگھل جائے سِتاروں کا وجود
جس کی تاثیر سے آدم ہو غم و خوف سے پاک!
اور پیدا ہو ایازی سے مقامِ محمود!
مہ و انجم کا یہ حیرت کدہ باقی نہ رہے
تُو رہے اور ترا زمزمۂ لا موجود!
جس کو مشرُوع سمجھتے ہیں فقیہانِ خودی
منتظِر ہے کِسی مُطرب کا ابھی تک وہ سُرود!

سرودِ حرام

نہ میرے ذکر میں ہے صوفیوں کا سوز و سُرور
نہ میرا فکر ہے پیمانۂ ثواب و عذاب
خدا کرے کہ اِسے اتفاق ہو مجھ سے
فقیہِ شہر کہ ہے محرمِ حدیث و کتاب
اگر نوا میں ہے پوشیدہ موت کا پیغام
حرام میری نگاہوں میں نائے و چنگ و رباب

فوّارہ

یہ آبجو کی روانی یہ ہمکناریٔ خاک!
مِری نگاہ میں ناخوب ہے یہ نظّارہ!
اُدھر نہ دیکھ اِدھر دیکھ اے جوانِ عزیز
بُلند زورِ دروں سے ہوا ہے فوّارہ

شاعِر

مشرق کے نیستاں میں ہے محتاج نفس لَے!
شاعر ترے سینے میں نفس ہے کہ نہیں ہے

تاثیرِ غلامی سے خودی جس کی ہوئی نرم
اچھی نہیں اِس قوم کے حق میں عجمی لے!
شیشے کی صراحی ہو کہ مٹی کا سبو ہو!
شمشیر کی مانند ہو تیزی میں تری مے!
ایسی کوئی دُنیا نہیں افلاک کے نیچے
بے معرکہ ہاتھ آئے جہاں تختِ جم و کے
ہر لحظہ نیا طور، نئی برقِ تجلّی!
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے!

شعرِ عجم

ہے شعرِ عجم گرچہ طرب ناک و دل آویز!
اس شعر سے ہوتی نہیں شمشیرِ خودی تیز!
افسردہ اگر اس کی نوا سے ہو گلستاں
بہتر ہے کہ خاموش رہے مُرغِ سحر خیز!
وہ ضرب اگر کوہ شکن ہو بھی تو کیا ہے
جِس سے متزلزل نہ ہوئی دولتِ پرویز
اقبال یہ ہے خارہ تراشی کا زمانہ
از ہر چہ بآئینہ نماید بہ پرہیز!

ہنروران ہند

عشق و مستی کا جنازہ ہے تخیّل ان کا
ان کے اندیشۂ تاریک میں قوموں کے مزار
موت کی نقش گری ان کے صنم خانوں میں
زندگی سے ہنر ان برہمنوں کا بیزار!
چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند!
کرتے ہیں رُوح کو خوابیدہ بدن کو بیدار!
ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ! بیچاروں کے اعصاب پر عورت ہے سوار

مردِ بزرگ

اس کی نفرت بھی عمیق اس کی محبّت بھی عمیق!
قہر بھی اِس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق!
پرورش پاتا ہے تقلید کی تاریکی میں!
ہے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا تخلیق!
انجمن میں بھی میسّر رہی خلوت اِس کو
شمعِ محفل کی طرح سب سے جُدا سب کا رفیق!

مثلِ خورشیدِ سحر فکر کی تابانی میں
بات میں سادہ و آزاد معانی میں دقیق!
اِس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جُدا
اِس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق!

عالمِ نو

زِندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر!
خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر!
اور جب بانگِ اذاں کرتی ہے بیدار اسے
کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دُنیا تعمیر!
بدن اِس تازہ جہاں کا ہے اِسی کی کفِ خاک
رُوح اس تازہ جہاں کی ہے اِسی کی تکبیر!

ایجادِ معانی

ہر چند کہ ایجادِ معانی ہے خداداد
کوشش سے کہاں مردِ ہُنرمند سے آزاد!
خونِ رگِ معمار کی گرمی سے ہے تعمیر!
میخانۂ حافظ ہو کہ بُت خانۂ بہزاد!

بے محنتِ پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شررِ تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد!

موسیقی

وہ نغمہ سردیٔ خونِ غزل سرا کی دلیل
کہ جس کو سُن کے ترا چہرہ تابناک نہیں!
نوا کو کرتا ہے موجِ نفس سے زہر آلود
وہ نے نواز کہ جس کا ضمیر پاک نہیں!
پھرا میں مشرق و مغرب کے لالہ زاروں میں
کسی چمن میں گریبانِ لالہ چاک نہیں!

ذوقِ نظر

خودی بلند تھی اس خوں گرفتہ چینی کی
کہا غریب نے جلاد سے دمِ تعزیر!
ٹھہر ٹھہر کہ بہت دلکشا ہے یہ منظر
ذرا میں دیکھ تو لوں تابناکیٔ شمشیر!

شعر

میں شعر کے اسرار سے محروم نہیں لیکن
یہ نکتہ ہے تاریخِ اُمم جس کی ہے تفصیل
وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے
یا نغمۂ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل!

رقص و موسیقی

شعر سے روشن ہے جانِ جبریل و اہرمن
رقص و موسیقی سے ہے سوز و سُرورِ انجمن
فاش یُوں کرتا ہے اِک چینی حکیم اسرارِ فن
شعر گویا رُوحِ موسیقی ہے، رقص اس کا بدن!

ضبط

طریقِ اہلِ دُنیا ہے گِلہ شکوہ زمانے کا
نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویشی!
یہ نکتہ پیرِ دانا نے مجھے خلوت میں سمجھایا
کہ ہے ضبطِ فغاں شیری، فغاں رُوباہی و میشی!

رقص

چھوڑ یورپ کیلئے رقص بدن کے خم و پیچ
رُوح کے رقص میں ہے ضربِ کلیم اللّٰہی!
صِلہ اس رقص کا ہے تشنگیٔ کام و دہن
صِلہ اس رقص کا درویشی و شاہنشاہی

سیاسیات

مشرق و مغرب

اشتراکیت

قوموں کی روش سے مجھے ہوتا ہے یہ معلوم
بے سود نہیں رُوس کی یہ گرمیٔ رفتار
اندیشہ ہُوا شوخیٔ افکار پہ مجبُور!
فرسُودہ طریقوں سے زمانہ ہُوا بیزار
انساں کی ہوس نے جنھیں رکھا تھا چھُپا کر
کھُلتے نظر آتے ہیں بتدریج وہ اسرار
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مُسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار
جو حرف قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دَور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار!

کارل مارکس کی آواز

یہ علم و حکمت کی مہرہ بازی یہ بحث و تکرار کی نمائش!
نہیں ہے دُنیا کو اب گوارا پُرانے افکار کی نمائش!
تری کتابوں میں اے حکیم معاش رکھا ہی کیا ہے آخر
خطوط خمدار کی نمائش! مریز و کجدار کی نمائش!

جہانِ مغرب کے بُتکدوں میں کلیساؤں میں مدرسوں میں
ہوس کی خونریزیاں چھپاتی ہے عقلِ عیار کی نمائش!

انقلاب

نہ ایشیا میں نہ یورپ میں سوز و سازِ حیات
خودی کی موت ہے یہ اور وہ ضمیر کی موت
دلوں میں ولولۂ انقلاب ہے پیدا
قریب آ گئی شاید جہانِ پیر کی موت

خوشامد

میں کارِ جہاں سے نہیں آگاہ ولیکن
اربابِ نظر سے نہیں پوشیدہ کوئی راز
کر تو بھی حکومت کے وزیروں کی خوشامد
دستور نیا اور نئے دور کا آغاز!
معلوم نہیں ہے یہ خوشامد کہ حقیقت
کہہ دے کوئی اُلّو کو اگر رات کا شہباز!

مناصب

ہُوا ہے بندۂ مومن فسونیِ افرنگ
اسی سبب سے قلندر کی آنکھ ہے نمناک
ترے بلند مناصب کی خیر ہو یارب
کہ انکے واسطے تو نے کیا خودی کو ہلاک!
مگر یہ بات چھپائے سے چھپ نہیں سکتی
سمجھ گئی ہے اسے ہر طبیعتِ چالاک
شریکِ حکم غلاموں کو کر نہیں سکتے!
خریدتے ہیں فقط اِن کا جوہرِ ادراک!

یورپ اور یہود

یہ عیشِ فراواں، یہ حکومت، یہ تجارت
دل سینۂ بے نور میں محرومِ تسلی!
تاریک ہے افرنگ مشینوں کے دھوئیں سے
یہ وادیٔ ایمن نہیں شایانِ تجلی!
ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیبِ جواں مرگ
شاید ہوں کلیسا کے یہودی متولی!

نفسیاتِ غلامی

شاعر بھی ہیں پیدا، علما بھی، حکما بھی
خالی نہیں قوموں کی غلامی کا زمانہ!
مقصد ہے ان اللہ کے بندوں کا مگر ایک
ہر ایک ہے گو شرحِ معانی میں یگانہ!
بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رمِ آہو
باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ!
کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند
تاویلِ مسائل کو بناتے ہیں بہانہ!

بلشویک روس

روش قضائے الٰہی کی ہے عجیب و غریب
خبر نہیں کہ ضمیرِ جہاں میں ہے کیا بات!
ہوئے ہیں کسرِ چلیپا کے واسطے مامور
وہی کہ حفظِ چلیپا کو جانتے تھے نجات!
یہ وحیٔ دہریتِ روس پر ہوئی نازل
کہ توڑ ڈال کلیساؤں کے لات و منات!

آج اور کل

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا — جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے!
وہ قوم نہیں لائقِ ہنگامۂ فردا — جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

مشرق

مری نوا سے گریبانِ لالہ چاک ہوا — نسیمِ صبح چمن کی تلاش میں ہے ابھی!
نہ مصطفٰے نہ رضا شاہ میں نمود اس کی — کہ رُوحِ مشرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی!
مری خودی بھی سزا کی ہے مستحق لیکن — زمانہ دار و رسن کی تلاش میں ہے ابھی!

سیاستِ افرنگ

تری حریف ہے یارب سیاستِ افرنگ — مگر ہیں اسکے پجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے — بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس!

خواجگی

دورِ حاضر ہے حقیقت میں وہی عہدِ قدیم — اہلِ سجادہ ہیں یا اہلِ سیاست ہیں امام
اسمیں پیری کی کرامت ہے نہ میری کا ہے زور — سیکڑوں صدیوں سے خوگر ہیں غلامی کے عوام

خواجگی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی
پختہ ہو جاتے ہیں جب خوئے غلامی میں غلام

غلاموں کیلئے

حکمتِ مشرق و مغرب نے سکھایا ہے مجھے
ایک نکتہ کہ غلاموں کیلئے ہے اکسیر!
دین ہو، فلسفہ ہو، فقر ہو، سُلطانی ہو!
ہوتے ہیں پختہ عقاید کی بنا پر تعمیر!
حرف اس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں
ہو گیا پختہ عقاید سے تہی جس کا ضمیر!

اہلِ مصر سے

خود ابُوالہول نے یہ نکتہ سکھایا مجھ کو
وہ ابُوالہول کہ ہے صاحبِ اسرارِ قدیم!
دفعتاً جس سے بدل جاتی ہے تقدیرِ اُمم
ہے وہ قوت کہ حریف اسکی نہیں عقلِ حکیم!
ہر زمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اسکی
کبھی شمشیرِ محمدؐ ہے کبھی چوبِ کلیم!

ابی سینیا

(۱۸ اگست سنہ ۱۹۳۵ عیسوی)

یورپ کے کرگسوں کو نہیں ہے ابھی خبر
ہے کتنی زہرناک ابی سینیا کی لاش!
ہونے کو ہے یہ مردۂ دیرینہ قاش قاش!
تہذیب کا کمال شرافت کا ہے زوال

غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش
ہر گرگ کو ہے برّۂ معصوم کی تلاش!

اے وائے آبروئے کلیسا کا آئینہ
رُوما نے کر دیا سرِ بازار پاش پاش
پیرِ کلیسا! یہ حقیقت ہے دلخراش

ابلیس کا فرمان
اپنے سیاسی فرزندوں کے نام

لا کر برہمنوں کو سیاست کے پیچ میں — زنّاریوں کو دیرِ کہن سے نکال دو
وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا — رُوحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات — اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج — مُلّا کو اُن کے کوہ و دمن سے نکال دو
اہلِ حرم سے اُنکی روایات چھین لو — آہُو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو
اقبال کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز — ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو

جمعیتِ اقوامِ مشرق

پانی بھی مسخّر ہے ہوا بھی ہے مسخّر — کیا ہو جو نگاہِ فلکِ پیر بدل جائے

٥ بھوپال (شیش محل) میں لکھے گئے۔

دیکھا ہے ملوکیتِ افرنگ نے جو خواب
ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر بدل جائے
طہران ہو گر عالمِ مشرق کا جنیوا!
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

سلطانیِ جاوید

غواص تو فطرت نے بنایا ہے مجھے بھی
لیکن مجھے اعماقِ سیاست سے ہے پرہیز!
فطرت کو گوارا نہیں سلطانیِ جاوید
ہر چند کہ یہ شعبدہ بازی ہے دل آویز
فرہاد کی خارا شکنی زندہ ہے اب تک
باقی نہیں دنیا میں ملوکیتِ پرویز!

جمہوریت

اس راز کو اک مردِ فرنگی نے کیا فاش!
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے!
جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

یورپ اور سوریا

فرنگیوں کو عطا خاکِ سوریا نے کیا
نبیِ عفت و غمخواری و کم آزاری
صلہ فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لیے
مے و قمار و ہجومِ زنانِ بازاری

مسولینی

(اپنے مشرقی و مغربی حریفوں سے)

کیا زمانے سے نرالا ہے مسولینی کا جرم؟
بے محل بگڑا ہے معصومانِ یورپ کا مزاج

میں پھٹکتا ہوں تو چھلنی کو بُرا لگتا ہے کیوں
ہیں سبھی تہذیب کے اوزار! تو چھلنی، میں چھاج!

میرے سودائے ملوکیت کو ٹھکراتے ہو تم
تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے زجاج؟

یہ عجائب شعبدے کس کی ملوکیت کے ہیں
راجدھانی ہے، مگر باقی نہ راجہ ہے نہ راج!

آلِ سیزر چوبِ نے کی آبیاری میں رہے
اور تم دُنیا کے بنجر بھی نہ چھوڑو بے خراج!

تم نے لُوٹے بے نوا صحرا نشینوں کے خیام
تم نے لُوٹی کشتِ دہقاں، تم نے لُوٹے تخت و تاج!

پردۂ تہذیب میں غارت گری، آدم کشی
کل روا رکھی تھی تم نے، میں روا رکھتا ہوں آج!

گِلہ

معلُوم کسے ہند کی تقدیر کہ اب تک
بیچارہ کسی تاج کا تابندہ نگیں ہے

دہقاں ہے کسی قبر کا اُگلا ہُوا مُردہ
بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیرِ زمیں ہے

جاں بھی گروِ غیر، بدن بھی گروِ غیر!
افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے

یورپ کی غلامی پہ رضامند ہُوا تُو
مجھ کو تو گِلہ تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں ہے!

انتداب

کہاں فرشتۂ تہذیب کی ضرورت ہے
نہیں زمانۂ حاضر کو اس میں دشواری

جہاں قمار نہیں، زن تنک لباس نہیں
جہاں حرام بتاتے ہیں شغلِ مے خواری

بدن میں گرچہ ہے اک رُوح ناشکیب و عمیق
طریقۂ اب و جد سے نہیں ہے بیزاری

جسور و زیرک و پُردم ہے بچۂ بدوی — نہیں ہے فیضِ مکاتب کا چشمۂ جاری
نظر ورانِ فرنگی کا ہے یہی فتوےٰ — وہ سرزمیں مدنیّت سے ہے ابھی عاری

لادین سیاست

جو بات حق ہو وہ مجھ سے چھپی نہیں رہتی — خدا نے مجھ کو دیا ہے دلِ خبیر و بصیر
مری نگاہ میں ہے یہ سیاستِ لادیں — کنیزِ اہرمن و دوں نہاد و مردہ ضمیر
ہوئی ہے ترکِ کلیسا سے حاکمی آباد — فرنگیوں کی سیاست ہے دیوِ بے زنجیر!
متاعِ غیر پہ ہوتی ہے جب نظر اس کی
تو ہیں ہراولِ لشکر کلیسیا کے سفیر!

دامِ تہذیب

اقبال کو شک اسکی شرافت میں نہیں ہے — ہر ملّتِ مظلوم کا یورپ ہے خریدار!
یہ پیرِ کلیسا کی کرامت ہے کہ اُس نے — بجلی کے چراغوں سے منور کیئے افکار!
جلتا ہے مگر شام و فلسطیں پہ مرا دل — تدبیر سے کھُلتا نہیں یہ عقدۂ دشوار
ترکانِ جفا پیشہ کے پنجے سے نکل کر
بیچارے ہیں تہذیب کے پھندے میں گرفتار

نصیحت

اِک لُردِ فرنگی نے کہا اپنے پسر سے — منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ ہو سیر

بیچارے کے حق میں ہے یہی سب سے بڑا ظلم
بُرّے پہ اگر فاش کریں قاعدۂ شیر!
سینے میں رہے رازِ ملوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر!
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر!
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر!

ایک بحری قزّاق اور سکندر

سکندر

صِلہ تیرا تری زنجیر یا شمشیر ہے میری
کہ تیری رہزنی سے تنگ ہے دریا کی پہنائی!

قزّاق

سکندر! حیف، تو اس کو جوانمردی سمجھتا ہے
گوارا اس طرح کرتے ہیں ہم چشموں کی رسوائی؟
ترا پیشہ ہے سفّاکی، مرا پیشہ ہے سفّاکی
کہ ہم قزّاق ہیں دونوں، تو میدانی، میں دریائی!

جمعیّتِ اقوام

بیچاری کئی روز سے دم توڑ رہی ہے
ڈر ہے خبرِ بد نہ مرے منہ سے نکل جائے
تقدیر تو مبرم نظر آتی ہے و لیکن
پیرانِ کلیسا کی دعا یہ ہے کہ ٹل جائے
ممکن ہے کہ یہ داشتۂ پیرکِ افرنگ
ابلیس کے تعویذ سے کچھ روز سنبھل جائے

شام و فلسطین

رندانِ فرانسیس کا میخانہ سلامت
پُر ہے مئے گلرنگ سے ہر شیشہ حلب کا
ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا!
مقصد ہے ملوکیتِ انگلیس کا کچھ اور
قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب کا

سیاسی پیشوا

اُمید کیا ہے سیاست کے پیشواؤں سے
یہ خاکباز ہیں رکھتے ہیں خاک سے پیوند!
ہمیشہ مور و مگس پر نگاہ ہے ان کی
جہاں میں ہے صفتِ عنکبوت ان کی کمند
خوشا وہ قافلہ جس کے امیر کی ہے متاع
تخیلِ ملکوتی و جذبہ ہائے بلند!

نفسیاتِ غلامی

سخت باریک ہیں امراضِ اُمم کے اسباب
کھول کر کہیئے تو کرتا ہے بیاں کوتاہی!
دینِ شیری میں غلاموں کے امام اور شیوخ
دیکھتے ہیں فقط اک فلسفۂ رُوباہی!
ہو اگر قوتِ فرعون کی درپردہ مرید!
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللّٰہی!

غلاموں کی نماز

(ترکی وفد ہلال احمر لاہور میں)

کہا مجاہدِ ترکی نے مجھ سے بعدِ نماز
طویل سجدہ ہیں کیوں اس قدر تمہارے امام

وہ سادہ مردِ مجاہد وہ مومنِ آزاد
خبر نہ تھی اسے کیا چیز ہے نمازِ غلام

ہزار کام ہیں مردانِ حُر کو دُنیا میں
اِنہیں کے ذوقِ عمل سے ہیں اُمتوں کے نظام

بدن غلام کا سوزِ عمل سے ہے محروم
کہ ہے مرور غلاموں کے روز و شب پہ حرام

طویل سجدہ اگر ہیں تو کیا تعجب ہے!
ورائے سجدہ غریبوں کو اور ہے کیا کام!

خدا نصیب کرے ہند کے اماموں کو
وہ سجدہ جس میں ہے ملت کی زندگی کا پیام

فلسطینی عرب سے

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے!

تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے

سُنا ہے میں نے غلامی سے اُمتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذتِ نمود میں ہے!

مشرق
و
مغرب

یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تقلید
وہاں مرض کا سبب ہے نظامِ جمہوری!
نہ مشرق اس سے بری ہے نہ مغرب اس سے بری
جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رنجوری

نفسیاتِ حاکمی

اصطلاحات

یہ مہر ہے بے مہریِ صیاد کا پردہ
آئی نہ مرے کام مری تازہ صفیری
رکھنے لگا مرجھائے ہوئے پھول قفس میں
شاید کہ اسیروں کو گوارا ہو اسیری

محرابِ گُل افغان کے افکار

محرابؔ گُل افغان کے افکار

(۱)

میرے کہستاں! تجھے چھوڑ کے جاؤں کہاں
تیری چٹانوں میں ہے میرے اب وجد کی خاک
روزِ ازل سے ہے تو منزلِ شاہیں کو چرخ
لالہ و گُل سے تہی، نغمۂ بُلبل سے پاک!
تیرے خم و پیچ میں میری بہشتِ بریں
خاک تیری عنبریں! آب ترا تابناک!
باز نہ ہوگا کبھی بندۂ کبک و حمام
حفظِ بدن کے لیے رُوح کو کر دوں ہلاک!
اے مرے فقرِ غیور فیصلہ تیرا ہے کیا
خلعتِ انگریز یا پیرہنِ چاک چاک!

(۲)

حقیقتِ ازلی ہے رقابتِ اقوام
نگاہِ پیرِ فلک میں نہ میں عزیز نہ تو!
خودی میں ڈوب زمانے سے نا اُمید نہ ہو
کہ اِس کا زخم ہے درپردہ اہتمامِ رفو!

رہے گا تُو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
اُتر گیا جو ترے دل میں لاشریک لہٗ!

(۴۳)

تری دُعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اِس سے یہ ممکن کہ تُو بدل جائے!
تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں ہے کہ یہ چار سُو بدل جائے
وہی شراب، وہی ہائے و ہُو رہے باقی
طریقِ ساقی و رسمِ کدو بدل جائے
تری دُعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
مری دُعا ہے تری آرزو بدل جائے!

(۴۴)

کیا چرخِ کج رو، کیا مہر، کیا ماہ
سب راہرو ہیں وا ماندۂ راہ!
کڑکا سکندر بجلی کی مانند
تجھ کو خبر ہے اے مرگِ ناگاہ
نادر نے لُوٹی دِلّی کی دولت
اِک ضربِ شمشیر! افسانہ کوتاہ!
افغان باقی! کہسار باقی!

اَلحُکمُ لِلّٰہ! اَلمُلکُ لِلّٰہ!

حاجت سے مجبور مردانِ آزاد
کرتی ہے حاجت شیروں کو روباہ!
محرم خودی سے جس دم ہوا فقر
تُو بھی شہنشاہ میں بھی شہنشاہ!
قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سُلطاں کی درگاہ!

(۵)

یہ مدرسہ یہ کھیل یہ غوغائے روارو
اِس عیشِ فراواں میں ہے ہر لحظہ غمِ نو!
وہ عِلم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس عِلم کا حاصل ہے جہاں میں دوکفِ جو
ناداں! ادب و فلسفہ کچھ چیز نہیں ہے
اسبابِ ہُنر کے لئے لازم ہے تگ ودو
فطرت کے نوامیس پہ غالب ہے ہُنرمند
شام اس کی ہے مانندِ سحر صاحبِ پرتو
وہ صاحبِ فن چاہے تو فن کی برکت سے
ٹپکے بدنِ مہر سے شبنم کی طرح ضو!

(۶)

جو عالمِ ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد
ہر دَور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ!
تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ
اس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک
ہے جس کے تصوّر میں فقط بزمِ شبانہ
لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ

(۷)

رُومی بدلے، شامی بدلے، بدلا ہندوستان!
تُو بھی اے فرزندِ کہستاں اپنی خودی پہچان!
اپنی خودی پہچان!
او غافل افغان!
موسم اچھا، پانی وافر، مٹی بھی زرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان
اپنی خودی پہچان!
او غافل افغان!

اُونچی جس کی لہر نہیں ہے وہ کیسا دریائے
جس کی ہوائیں تند نہیں ہیں وہ کیسا طوفان
اپنی خودی پہچان!
او غافِل افغان!

ڈھونڈ کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا آپ
اس بندے کی دہقانی پر سُلطانی قربان!
اپنی خودی پہچان!
او غافِل افغان!

تیری بے علمی نے رکھ لی بے علموں کی لاج
عالم فاضِل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان!
اپنی خودی پہچان!
او غافِل افغان!

(۸)

زاغ کہتا ہے نہایت بدنما ہیں تیرے پر
شپرک کہتی ہے تجھ کو کورچشم و بے ہُنر
لیکن اے شہباز یہ مرغانِ صحرا کے اچھُوت
ہیں فضائے نیلگوں کے پیچ و خم سے بے خبر!
ان کو کیا معلوم اس طائر کے احوال و مقام
رُوح ہے جس کی دمِ پرواز سر تا پا نظر

(۹)

عشق و طنیت میں فرومایہ نہیں مثلِ ہوس
پرِ شہباز سے ممکن نہیں پروازِ مگس
یوں بھی دستورِ گلستاں کو بدل سکتے ہیں!
کہ نشیمن ہو عنادل پہ گراں مثلِ قفس!
سفر آمادہ نہیں منتظرِ بانگِ رحیل
ہے کہاں قافلۂ موج کو پروائے جرس!
گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مُردہ ہے! مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس!
پرورشِ دل کی اگر مدِّ نظر ہے تجھ کو
مردِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس!

(۱۰)

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری
اگر ہو جنگ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر
اگر ہو صلح تو رعنا غزالِ تاتاری
عجب نہیں ہے اگر اس کا سوز ہے ہمہ سوز
کہ نیستاں کے لئے بس ہے ایک چنگاری!

خدا نے اس کو دیا ہے شکوہِ سُلطانی
کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کراری!
نگاہِ کم سے نہ دیکھ اِس کی بے کلاہی کو
یہ بے کلاہ ہے سرمایۂ کُلہ داری

(۱۱)

جس کے پرتو سے منور رہی تیری شبِ دوش
پھر بھی ہو سکتا ہے روشن وہ چراغِ خاموش
مردِ بے حوصلہ کرتا ہے زمانے کا گِلہ
بندۂ حُر کیلئے نشترِ تقدیر ہے نوش!
نہیں ہنگامۂ پیکار کے لائق وہ جواں
جو ہُوا نالۂ مرغانِ سحر سے مدہوش!
مجھ کو ڈر ہے کہ ہے طفلانہ طبیعت تیری
اور عیّار ہیں یورپ کے شکر پارہ فروش!

(۱۲)

لادینی و لاطینی! کس پیچ میں اُلجھا تُو!
دارو ہے ضعیفوں کا لَاغَالِبَ اِلَّا ھُو!
صیّادِ معانی کو یورپ سے ہے نومیدی
دلکش ہے فضا لیکن بے نافہ تمام آہو!

بے اشکِ سحر گاہی تقویمِ خودی مشکل!
یہ لالۂ پیکانی خوشتر ہے کنارِ جو!
صیاد ہے کافر کا، نخچیر ہے مومن کا
یہ دیرِ کہن یعنی بُت خانۂ رنگ و بو!
اے شیخ امیروں کو مسجد سے نکلوا دے
ہے اِن کی نمازوں سے محرابِ ترش ابرو!

(۱۱۳)

مجھ کو تو یہ دُنیا نظر آتی ہے دگرگوں
معلوم نہیں دیکھتی ہے تیری نظر کیا!
ہر سینے میں اِک صبحِ قیامت ہے نمودار
افکار جوانوں کے ہوئے زیر و زبر کیا
کر سکتی ہے بے معرکہ جینے کی تلافی
اے پیرِ حرم تیری مناجاتِ سحر کیا؟
ممکن نہیں تخلیقِ خودی خانقہوں سے
اس شعلۂ نم خوردہ سے ٹوٹے گا شرر کیا؟

(۱۱۴)

بے جراتِ رندانہ ہر عشق ہے رُوباہی
بازو ہے قوی جس کا وہ عشق یداللّٰہی!

جو سختیِ منزل کو سامان سفر سمجھے
اے وائے تن آسانی ناپید ہے وہ راہی
وحشت نہ سمجھ اس کو اے مردکِ میدانی
کہسار کی خلوت ہے تعلیمِ خود آگاہی
دُنیا ہے روایاتی، عقبیٰ ہے مُناجاتی
در باز دو عالم را این است شہنشاہی!

(۱۵)

آدم کا ضمیر اس کی حقیقت پہ ہے شاہد
مشکل نہیں اے سالکِ رہ علمِ فقیری
فولاد کہاں رہتا ہے شمشیر کے لائق!
پیدا ہو اگر اس کی طبیعت میں حریری
خوددار نہ ہو فقر تو ہے قہرِ الٰہی!
ہو صاحبِ غیرت تو ہے تمہیدِ امیری!
افرنگ زخود بے خبرت کرد وگرنہ
اے بندۂ مومن تو بشیری! تو نذیری!

(۱۶)

قوموں کیلئے موت ہے مرکز سے جُدائی!
ہو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے؟ خدائی!

جو فقر ہوا تلخیٔ دوراں کا گِلہ مند
اُس فقر میں باقی ہے ابھی بُوئے گدائی؟
اس دور میں بھی مردِ خدا کو ہے میسّر
جو معجزہ پربت کو بنا سکتا ہے رائی!
در معرکہ بے سوز تو ذوقے نہ تواں یافت
اے بندۂ مومن تو کجائی؟ تو کجائی؟
خورشید! سرِ پردۂ مشرق سے نِکل کر
پہنا مرے کُہسار کو مَلبُوسِ حِنائی

(۱۷)

آگ اِس کی پھُونک دیتی ہے بُرنا و پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحبِ یقیں!
ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی
وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں!
تُو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ
خالی رکھی ہے خامۂ حق نے تری جبیں!
یہ نیلگوں فضا جسے کہتے ہیں آسماں
ہمّت ہو پَرکُشا تو حقیقت میں کچھ نہیں!
بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں
زیرِ پَر آگیا تو یہی آسماں زمیں!

(۱۸)

یہ نکتہ خوب کہا شیر شاہ سوری نے
کہ امتیازِ قبائل تمام تر خواری!
عزیز ہے انہیں نام وزیری و محسود
ابھی یہ خلعتِ افغانیت سے ہیں عاری
ہزار پارہ ہے کہسار کی مسلمانی!
کہ ہر قبیلہ ہے اپنے بتوں کا زناری
وہی حرم ہے وہی اعتبارِ لات و منات
خدا نصیب کرے تجھ کو ضربتِ کاری!

(۱۹)

نگاہ وہ نہیں جو سرخ و زرد پہچانے
نگاہ وہ ہے کہ محتاجِ مہر و ماہ نہیں!
فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مومن
قدم اٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں!
کھلے ہیں سب کیلئے غربیوں کے میخانے
علومِ تازہ کی سرمستیاں گناہ نہیں!
اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تری
ترے بدن میں اگر سوزِ لا الٰہ نہیں!

سُنیں گے میری صدا خانہ زادگانِ کبیر!
گلیم پوش ہوں میں صاحبِ کلاہ نہیں!

(۲۰)

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی!
یا بندۂ صحرائی، یا مردِ کہستانی!
دُنیا میں محاسب ہے تہذیبِ فسوں گر کا
ہے اس کی فقیری میں سرمایۂ سلطانی
یہ حسنِ لطافت کیوں و قوتِ شوکت کیوں؟
بلبل چمنستانی، شہباز بیابانی!
اے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن
بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی!
صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اسکا
تلوار ہے تیزی میں صہبائے مُسلمانی!

ختم شُد

فرہنگ

ضربِ کلیم

فرہنگ ضربِ کلیم

فرہنگ

اُمم ۔ اُمت کی جمع ۔ جماعت

ضمیر ۔ دل ۔

زجاج ۔ شیشہ

حریف ۔ ساتھی ہم پیشہ

سنگ ۔ پتھر

ضربت ۔ مار

ضربت کاری ۔ گہرا زخم لگانا

نوا ۔ آواز

چنگ ۔ ساز

ترنگ ۔ کمان کے چلنے کی آواز ساز کے تار کی آواز ۔

جل ۔ آبِ حیات

فرہنگ

دیر ۔ مندر

حرم ۔ چار دیواری خانۂ کعبہ ۔

خاوران ۔ مشرق خراساں کا ایک شہر

تریاک ۔ زہر مہرہ ۔ دوا دافع زہر ۔

افلاک ۔ فلک کی جمع آسمان ۔

پیکر ۔ جسم

حوادث ۔ حادثہ کی جمع

حجاب ۔ پردہ ۔

قلب ۔ دل ۔

خس و خاشاک ۔ کچرا

پیوند ۔ جوڑ ۔ قرابت دار

فرہنگ

کوکنار ۔ پوست خشخاش

خوگر ۔ عادی ۔

خورسند ۔ خوش ۔

سرور ۔ خوشی ۔

اِسلام ۔ حکم خدا کی تعمیل کرنا ۔ دین محمدیؐ ۔

سحر ۔ صبح

فردا ۔ کل آنے والا

شبستان ۔ خواب گاہ

لَا اِلٰہ ۔ نہیں کوئی قابلِ عبادت ۔

اِلَّا اللّٰہ ۔ اللہ کے سوا

تیغ ۔ تلوار ۔

فساں ۔ سان ۔ چاقو تیز کرنے کا پتھر ۔

دور - زمانہ
صنم - بُت
کدہ - گھر - صنم کدہ
بتخانہ۔
متاع - اسباب
سود - فائدہ
زیاں - نقصان
زنّاری - زنّار بند
صاحب زنّار۔ زنّار جنیوا
ترک - چھوڑ دینا۔
مہ - چاند
پروین - چھ ستاروں
کا مجموعہ جو جاڑوں میں
سب سے پہلے نظر آتا ہے ثریا
تقدیر - اندازہ - خدا
کا اندازہ جو انسان کو
پیدا کرنے کے بعد اس
کے لیئے لکھدیا۔
معراج - سیڑھی - رسول

خدا صلعم کا خدا سے ملنے
کے لیئے آسمان پر جانا
ولولہ - شور و پکار۔
گریہ وزاری۔
پرواز - اُڑنا۔
تاراج - لُوٹ، غارت
معرکہ - میدان جنگ
دُرّاج - تیتر
ناوک - چھوٹا تیر
ہدف - نشانہ۔
ثریا - پروین کے
چھ ستارے۔
سراپردہ - بارگاہ
شاہی جو خیمہ کے سامنے
بطور دیوار کھینچتے ہیں
النجم - ستارہ قرآن مجید
کی ایک سورۃ۔
مدو جزر - جوار بھاٹا۔
سمندر کے پانی کا اتار چڑھاؤ

برکساں - مشہور حکیم
ہیکل - مشہور فلسفی
صدف - سیپ
طلسم - جادو۔
لازمان - جس کا کوئی
زمانہ نہ ہو - دوامی
عشاء - رات کی تاریکی
اشراق - روشن ہونا
آفاق - تمام دنیا
سومنات - گجرات کا
مشہور مندر۔
آبا - باپ دادا - اب کی
جمع باپ۔
ہاشمی - ہاشم کی اولاد
ہاشم آنحضرت کے دادا
عبدالمطلب
کف - مٹھی - ہتھیلی
حضوری - بارگاہ الٰہی
میں حاضر رہنا

افکار۔ فکر کی جمع
صوت۔ آواز
مسلک۔ راستہ
تقویم۔ سیدھا کرنا، جنتری
پور۔ بیٹا
بوعلی۔ بوعلی سینا ایک مشہور حکیم
قائد۔ رہبر۔ رہنما
قریشی۔ قبیلہ قریش کا شخص۔
بخاری۔ شہر بخارا کا باشندہ۔
دگرگوں۔ اور ہی طرح۔ متغیر۔
سالک۔ راستہ چلنے والا
قاضی الحاجات۔ حاجتیں پوری کرنے والا۔
جسور۔ دلیر۔ بہادر
غیور۔ غیرت مند

قلندر۔ ایک قسم کا فقیر مردِ خدا۔
تخمین۔ اندازہ کرنا۔
ظن۔ گمان۔ وہم
کرمِ کتاب۔ کتاب کا کیڑا
کائنات۔ مخلوقات، دنیا
ممات۔ موت۔ مرنا
نقر۔ محتاجی۔
نگیں۔ تنگ
مکیں۔ صاحبِ مکان صاحبِ مرتبہ۔
فتح باب۔ دروازہ کھولنا۔ مشکلوں کا دُور ہونا۔ کاموں کی کشادگی آسودگی۔
شرع۔ شریعت سیدھا راستہ۔
عشرت۔ خوش دلی خوش زندگی

ساحل۔ سمندر کا کنارہ
حاصل۔ نتیجہ۔ مطلب پیداوار۔ منافع۔
ابن۔ بیٹا
ام۔ ماں
اجتہاد۔ کوشش کرنا نیک راستہ ڈھونڈنا۔
کردار۔ کام۔ روش عادت۔ ہُنر۔
عمیق۔ گہرا۔
تقلید۔ پیروی کرنا۔ کسی کام کا اپنے ذمہ لینا
زوال۔ گھٹنا۔ دُور ہونا
فقیہہ۔ عالمِ شریعت کا ماہر
حرم۔ خانہ کعبہ۔ اندرون مکان منکوحہ عورت۔
نہاں خانہ۔ تہ خانہ۔ چور خانہ
لاہوت۔ عالم۔ ذاتِ الٰہی
نفس۔ سانس طریقہ فہم

سحر خواں۔ صبح کے وقت
چہکنے والا۔
رومی۔ مولانا جلال الدین
رومی۔
عطار۔ حضرت شیخ
فریدالدین عطار۔
سبحان۔ پاک۔
ربی الاعلیٰ۔ میرا پروردگار
جو بلند ہے۔
جلال۔ بزرگی عظمت
جمال۔ صورت اور سیرت کی خوبی
جبروت۔ بزرگی۔
تابع۔ فرمانبردار
براں۔ کاٹنے والی
تیغ دو پیکر۔ دودھاری
تلوار۔
توحید۔ اللہ کو ایک جاننا
بلحاظ ذات و صفات
علم کلام۔ وہ علم جس میں

حشر نشر کے مسائل کو عقلی
دلائل سے ثابت کریں۔
ضو۔ روشنی
ظلمت۔ تاریکی
قل ہو اللہ احد۔ کہہ دو
کہ اللہ ایک ہے۔
وحدت۔ اکیلا ہونا
افکار۔ فکر کی جمع۔
خام۔ کچا۔ ناقص
امام۔ پیشوا۔ بادشاہ
امامت۔ پیشوائی
ندیم۔ مصاحب۔ ہمنشیں
تجلی۔ روشنی۔ غلبہ نور الٰہی
مشاہدہ۔ دیکھنا۔ انوار
الٰہی کو دیکھنا۔
غدار۔ بڑا بے وفا
گداگر۔ بھیک مانگنے والا۔
ارباب۔ اصحاب۔
پارینہ۔ قدیم

ولکم۔ چھوٹا دل۔ ک۔
تصغیر کیلئے۔
خالد۔ خالد بن ولید۔
مشہور صحابی۔ جن کا لقب
سیف اللہ تھا۔ فاتح عراق
و عرب جنھوں نے کسی میدان
میں شکست نہیں کھائی۔
حیدر کرار۔ حضرت علی
علیہ السلام۔ حیدر۔ صف
شکن۔ کرار۔ بار بار حملہ
کرنیوالا۔ دشمنوں کو مٹا دینے والا
کارگر۔ مؤثر۔ جلد اثر کرنیوالی
تفنگ۔ بندوق
جہاد۔ کافروں سے لڑنا
خطر۔ خوف
فال و فر۔ شان و شوکت
دوش۔ کندھا
کلیسا۔ مندر۔ گرجا
شر۔ برائی۔ بدی

محاسبہ۔ حساب کرنا
اسکندر۔ یونان کا ایک
مشہور بادشاہ۔
چنگیز۔ چنگیز خاں ترکستان
کا ایک مشہور ظالم بادشاہ
قبا۔ اچکن
ازلی۔ دائمی۔ ہمیشہ
سیل۔ سیلاب
سبک سیر۔ تیز رفتار
زمیں گیر۔ مٹی بہا لیجانیوالا
ہلاہل۔ زہر قاتل
لادین۔ بے دین
ملوکیت۔ بادشاہت
ساز۔ سامان۔ ہتھیار
یرق۔ اسلحہ۔ زرہ بکتر
گھوڑوں اور سپاہیوں
کا سامان۔
فرعون۔ ایک سرکش
بادشاہ کا نام جو حضرت
موسیٰ کے زمانے میں تھا
نار۔ آگ
تقویم۔ جنتری
مستور۔ پوشیدہ
کد۔ دشمنی۔ عداوت
ابدی۔ دائمی۔ ہمیشہ
صدف۔ سیپی۔
نیساں۔ ماہ اپریل کی
بارش جس سے موتی بنتے ہیں
خودنگر۔ خود کو دیکھنے
والا۔ مغرور۔
خودگر۔ اپنے ظاہر کو آراستہ
کرنے والا۔
قاہری۔ غلبہ۔
عیار۔ کسوٹی۔ بانگی سونا
چاندی تولنے کا کانٹا۔
سبحان۔ پاک۔ خدا کا نام
جبر۔ زبردستی۔ غلبہ
قہر۔ غلبہ۔ غصہ۔ زبردستی کرنا
جہانبانی۔ حکومت
داغِ سجود۔ پیشانی کا داغ
جو نمازوں کی کثرت کی وجہ
پڑ جاتا ہے۔
درخشانی۔ چمک۔ نور
غریب۔ نادر
ممکن۔ مخلوق
شمشیر۔ تلوار
نمود۔ ہستی۔ وجود۔ ظاہر
ملکوتی۔ عالم فرشتگان شاہی
لاہوتی۔ عالم ذات الٰہی
حرم۔ خانۂ کعبہ کی چہار دیواری
مراقبہ۔ نگہبانی۔ گردن نیچے
ڈال کر خدا کا دھیان کرنا۔
شورشِ پنہاں۔ دل کا شور
فروغ۔ روشنی
الہام۔ خدا کی بات دل
میں ڈالنا۔
الحاد۔ بے دینی۔

جاوید۔ ہمیشہ
ایجاد۔ نیا کام کرنا۔
نئی چیز بنانا۔
بحرِ پُرسکون۔ جس میں
موجیں نہ ہوں۔
فسوں۔ منتر
نہنگ۔ مگرمچھ
غمزہ۔ نازوادا
نیستاں۔ بانس کا بن
شرارہ۔ چنگاری
دوش۔ گذرا ہوا کل
فردا۔ آنے والا کل
بوقلمونی۔ رنگ برنگ
بصیرت۔ دانائی بینائی
لات ومنات۔ خانہ کعبہ
میں دو مشہور بت تھے۔
تخمین۔ اندازہ کرنا۔
زبوں۔ ناقص۔ بد
وا ہونا۔ کھلنا

مجاہدانہ۔ دین کے لئے
لڑنا۔ کوشش کرنا۔
بہا۔ قیمت
شرابِ الست۔ شرابِ ازل
مُراد ہے الست بربکم
فقیہہ۔ عالم شریعت کے
احکام جاننے والا۔
رہبانیت۔ قوم نصاریٰ
کا زہد۔
جلال۔ بزرگی عظمت
ازلی۔ دائمی۔ ہمیشہ
نوا۔ آواز۔
مرقد۔ مزار۔ قبر
قلندر۔ ایک قسم کا فقیر
اللہ والا۔
افلاک۔ آسمان
پہنائی۔ عرض۔ چوڑان
بنگاہ۔ مکان
انجم۔ ستارے

مرکب۔ گھوڑا
راکب۔ سوار
غواص۔ غوطہ لگانیوالا
صدف۔ سیپی
گہر۔ موتی
ارباب۔ اصحاب
شرر۔ چنگاری
تابندہ۔ چمکدار
نزع۔ جانکنی مرنے
وقت کی حالت
فلسفہ۔ علم حکمت
حُر۔ آزاد۔ شریف
احرار جمع۔
حرب۔ لڑائی
دوش بدوش پہلو بہ پہلو
کُلہ۔ ٹوپی
سم۔ زہر
تریاق۔ دوا دافع زہر
براق۔ چمکدار

آفاق ۔ آسمان کے
کنارے ۔ دُنیا ۔
محبوس ۔ قیدی ۔ گرفتار
ثوابت ۔ وہ ستارے
جو حرکت کرتے ہیں ۔
سیارے ۔ وہ ستارے
جو حرکت نہیں کرتے ۔
کلیسا ۔ مندر ۔ گرجا
حرم ۔ خانۂ کعبہ
جدّت ۔ نیاپن
بریشم ۔ ریشم ۔
رزم ۔ لڑائی ۔
کنجشک ۔ چڑیا
حمام ۔ کبوتر
صیّاد ۔ شکاری
حضور ۔ سامنے
اعراب ۔ حرکات
زبر ۔ زیر پیش
متبسم ۔ مسکراتے

ابلیس ۔ شیطان
یزداں ۔ خدا
بیر ۔ اختلاف ۔ عداوت
استکبار ۔ تکبر کرنا ۔
مشیت ۔ خدا کا ارادہ
دود ۔ دھواں
شیراز ۔ ایران کا ایک شہر
راحلہ ۔ سواری
حدی ۔ اونٹوں کو تیز
چلانے کیلئے غزل پڑھنا
مدنیت ۔ شہریت
عصر ۔ زمانہ
ابدی ۔ ہمیشگی
اساس ۔ بنیاد
افلاطون ۔ ایک بڑا
حکیم گذرا ہے ۔
روح القدس جبریل
علیہ السلام
عجم ۔ ایران عرب کے

سوائے تمام شہر
زیاں ۔ نقصان
بیضا ۔ روشن
پرستار ۔ خادم
راہب ۔ عیسائیوں کا زاہد پادری
فقر ۔ محتاجی
سفینہ ۔ کشتی
طغیانی ۔ حد سے گذرنا
زیادتی ۔ کثرت ظلم
متاع ۔ اسباب
یوم النشور ۔ قیامت کا دن
جسور ۔ دلیر ۔ بہادر
غیور ۔ غیرت مند
فضا ۔ کشادہ جگہ ۔
زمین فراخ ۔
ظلمت کدہ ۔ تاریک
گھر ۔ مُراد دنیا ۔
رمز ۔ اشارہ ۔ پوشیدگی
شوق ۔ آرزو ۔ خواہش

فقیہانہ۔ عالمانہ
کارزار۔ لڑائی
حرب۔ لڑنا
ضرب۔ مارنا
حُر۔ آزاد۔ شریف
الہام۔ خدا کوئی بات
دل میں ڈالنا۔
مہمیز۔ سوار کے موزے
میں ایک کھونٹی ہوتی
ہے۔ سواری کو تیز کرنے
کے لئے۔ اس سے مارتا ہے
سحر خیز۔ صبح اُٹھنے والے
جمشید۔ ایران کا
ایک مشہور بادشاہ
پرویز۔ ایران کا ایک
مشہور بادشاہ
چنگیز خاں۔ ترکستان
کا ایک ظالم بادشاہ
پیچاک۔ پیچ۔ بل شکن

مے۔ ساغر
ساغر۔ پیالہ۔
ارتباط۔ ملنا
اختلاط۔ ملنا
اخگر۔ چنگاری
لَا تَدعُ۔ اللہ کے ساتھ
کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو
مجدّد۔ نئے سرے سے کرنیوالا
کسی کام کو از سرِ نو کرنیوالا
محدّث۔ عالم حدیث
فام۔ رنگ
حشیش۔ گھاس
برگ۔ پتّا
محو۔ گم ہونا۔ عاشق شیدا۔
تگ و دو، دوڑ دھوپ کوشش
تفریق۔ پراگندہ کرنا۔
ملل۔ مذہب
خارہ۔ سخت پتھر
مجذوب۔ جس میں

عقل و ہوش نہ ہو۔
ختن۔ ایران کا ایک
شہر جسکے ہرنوں میں مُشک
نکلتا ہے۔
بُرہان۔ دلیل۔
قہاری۔ غلبہ۔ زبردستی
غفاری۔ بخشش
قدوسی۔ پاکی
جبروت۔ بزرگی
سُرود۔ گانا
آہنگ۔ ارادہ
حرّیت۔ آزادی
صنم۔ بُت
طرفہ۔ نادر
اخوت۔ بھائی چارہ
شاخ۔ ڈالی
برگ۔ پتّا
بر۔ پھل
افتراق۔ جدائی

بولہب۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا
جو آپ کا سخت دشمن تھا
ثغور۔ سرحدیں۔
آن۔ وقت
مقلد۔ پیروی کرنیوالا
خورسند۔ خوش
جمادات۔ معدنی چیزیں
جیسے پتھر وغیرہ
لحد۔ معدنی چیزیں
جیسے پتھر وغیرہ
شرارہ۔ چنگاری
قم باذن اللہ۔ اللہ
کے حکم سے اُٹھو
انا الحق منصور حلاج
نے عالمِ بیخودی میں انا الحق
کہا تھا۔ حاکمِ وقت کے
شرعی حکم سے اُن کو
دار پر چڑھا دیا۔

شعور۔ عقل۔ سمجھ
شرر۔ چنگاری
نمود۔ زیست۔ زندگی
التفات۔ توجہ
مار۔ سانپ
ضرر۔ نقصان
کور۔ اندھی
گور۔ قبر
سپہر۔ آسمان
سامری۔ موسیٰ علیہ السلام
کے زمانہ میں ایک جادوگر
تھا جس نے موسیٰ علیہ السلام
کے طور پر جانیکے بعد ان
کی قوم کو گائے کی پرستش
کروائی تھی۔
خاوراں۔ خراساں کا
ایک شہر مشرقی ملک
ساتگیں۔ بڑا پیالہ
قلب۔ دل

عفیف۔ پارسا۔
پاک دامن۔
رہ نورد۔ راستہ طے
کرنے والا
جو۔ ندی
صنم کدہ۔ بتخانہ
محفل گداز۔ اہلِ محفل
کو گرمانے والا۔
تذرو۔ چکور
براق۔ چمکدار
اشراق۔ چمکنا
آفاق۔ تمام دنیا۔
اعماق۔ گہرائی عمیق
کی جمع۔
شعیب۔ ایک پیغمبر کا
کانام جو موسیٰ علیہ السلام
کے سُسر تھے۔
شبانی۔ بکریاں
چرانے والا۔

تدبر۔ کام کا انجام سوچنا
غور کرنا۔
طغرل۔ خراساں کے
ایک بادشاہ کا نام ہے
پرنیاں۔ پھولدار ریشمی کپڑا
حریر۔ ریشم
نہنگ۔ مگرمچھ
محیط۔ سمندر
متاع۔ اسباب
دستور۔ قاعدہ۔ روش
قانون۔
مینا۔ شراب کا شیشہ
انگبیں۔ شہد۔
تلخاب۔ شراب
مکتب۔ مدرسہ
مرگ مفاجات۔ ناگہانی
موت۔
خرافات۔ بیہودہ باتیں
سودا۔ دیوانگی

ایاغ۔ پیالہ
کبریت۔ گندھک
فراز۔ بُلندی
عروق۔ رگیں
عظام۔ ہڈیاں
قفس۔ پنجرہ
احرام۔ حج کی نیت کرنا
ضمیر۔ دل
اضطراب۔ بیقراری
معراج۔ انتہائے ترقی
سنگِ خارہ۔ سخت پتھر
زجاج۔ شیشہ
خفاش۔ چمگادڑ
خدنگ۔ تیر
حُر۔ آزاد۔ شریف
صاحب مازاغ۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم۔
ایاغ۔ شراب کا پیالہ
کور۔ اندھا

لاف۔ شیخی
گزاف۔ شیخی۔ جھوٹ
اغماض۔ چشم پوشی۔
جاوید۔ اقبال کے فرزند
نہاد۔ فطرت
آستانہ۔ دہلیز
ساحری۔ جادوگری
دبستاں۔ مدرسہ
تازیانہ۔ کوڑا
نخچیر۔ شکار
دام۔ جال
کام۔ حلق
تدرو۔ چکور
انوری۔ جامی۔ دو مشہور
شاعر ہیں۔
بساط۔ فرش۔ قدرت۔ سرمایہ
قماربازی۔ جوا کھیلنا۔
حجازی۔ عربی
گنجشک۔ چڑیا

احمام - کبوتر
بوعلی - بوعلی سینا مشہور حکیم
رازی - امام فخرالدین رازی بہت بڑے عالم تھے
ایاز - محمود غزنوی کا غلام
سرافیل - ایک فرشتہ کا نام جو قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔
سنان - برچھا
سادہ - بے وقوف
حلقہ بگوش - غلام
آغوش - گرد
سپہر بریں - بلند آسمان
شو - شوہر
جلوت - ظہور خلوت کا ضد
ابتر - بگڑا ہوا
درج - زیورات کا صندوقچہ
در مکنون - قیمتی موتی
معتوب - جس پر عتاب ہو

مستور - پوشیدہ
خورشید زرد ہونا - آفتاب کا غروب کے قریب ہونا
تباہی آنا -
امومت - ماں ہونا
ثمر - پھل
بود - ہستی - وجود
نبود - نیستی - عدم
سرود - گانا
کاشانہ - جھونپڑا - چھوٹا سا گھر
فسوں - جادو - منتر
آبجو - ندی
بحر بیکراں - وہ سمندر جس کا کنارہ نہ ہو۔
جاوداں - ہمیشہ
رفاقت - دوستی
عنان - لگام ہم عنان ہمعصر
زجاج گر - شیشہ بنانیوالا۔
کمر - بلندی درمیانی حصہ

پیدائی - شہرت
پیکر - جسم
شباب - جوانی
رعنا - رنگ برنگ زیبا
چشمک - چھپنا اور ظاہر ہونا
عروس - دلہن
عماری - ہودج اونٹ کا محمل
بہا - قیمت
خجل - شرمندہ۔
صلوٰۃ - نماز
بانگ - آواز
تیاتر - تھیٹر
معاذاللہ - خدا کی پناہ
تمثیل - تھیٹر میں ایکٹ کرنا اداکاری
بیمہری - سختی
طوف - اطراف گھومنا
عالم لاہوت - ذات خدا کا عالم۔

سیماب ۔ پارہ
تنویر ۔ روشن کرنا
خزف ۔ ٹھیکری
درِ نایاب ۔ خالص صاف
موتی ۔ قیمتی موتی
غوّاص ۔ غوطہ لگانیوالا
مضراب ۔ ستار بجانیکا آلہ
جنود ۔ لشکر
جبیں ۔ پیشانی
دَور ۔ زمانہ
کبود ۔ نیلا
جبّاری ۔ زبردستی غلبہ
قاہری ۔ غلبہ
دشت ۔ جنگل
اسود ۔ سیاہ
احمر ۔ سُرخ
بیباک ۔ نڈر، بیخوف
سوغات ۔ تحفہ
تاک ۔ انگور کی بیل

ادراک ۔ عقل ۔ سمجھ
سرود ۔ گانا
درس ۔ سبق
چوب ۔ لکڑی
کے ۔ ایران کے بادشاہوں کا لقب
رے ۔ ایک شہر کا نام
مغنّی ۔ گویّا
نسیم ۔ ہلکی ٹھنڈی ہوا
خوشبودار ہوا ۔
انجم ۔ ستارے ۔
طربناک ۔ خوش
سرّ ۔ راز
اہرام ۔ سلاطین مصر کے قبور
نخچیر ۔ شکار، شکار کا جانور
شکار کیا ہوا جانور
فردوس ۔ جنت
مرقد ۔ قبر
شبستاں ۔ رات
بسر کرنے کی جگہ ۔

سنائی ۔ ایک مشہور شاعر
کا تخلص ۔
کاسہ ۔ پیالہ ۔
حلاّج ۔ روئی دھنکنے
والا لقب منصور کا جنہوں
نے انا الحق کہا تھا ۔
متلاطم ۔ موجزن لہریں
مارنے والا ۔
مغنّی ۔ گویّا ۔
گردوں ۔ آسمان
سحر ۔ صبح
تحفۃ العراقین ۔ نام کتاب
ارباب ۔
قرۃ ۔
عین ۔
لن ترانی ۔ تو مجھے ہرگز
نہیں دیکھ سکتا ۔ اللہ
نے موسیٰ علیہ السلام
سے کہا تھا ۔

محرم۔ راز کی باتیں
جاننے والا۔
مکافات۔ بدی کا
بدلہ۔ سزا۔ انتقام۔
بوالبشر۔ انسان کا باپ
آدم علیہ السلام۔
جدت۔ نیاپن
کسب۔ کمانا حاصل کرنا
شرر۔ چنگاری
سیما۔ پیشانی
قمر۔ چاند۔
اعجاز۔ عاجز کرنا خلاف
عادت کوئی بات کسی نبی
سے صادر ہونا۔
چرخ کبود۔ نیلا آسمان
کشود۔ کھولنا۔
مینا۔ شراب کا پیالہ۔
افلاک۔ آسمان
فلک کی جمع۔

مصور۔ تصویر اتارنیوالا
بہزاد۔ ایک مشہور مصور
ازلی۔ دائمی۔
بم۔ طبلے کی موٹی آواز
زیر۔ طبلے کی باریک آواز
نوا۔ آواز
زمزمہ۔ راگ گیت۔
آہستہ گانا۔
مشروع۔ موافق شرع
مطرب۔ گویا۔
رباب۔ ایک قسم کا ساز
سبو۔ گھڑا
برق۔ بجلی
تجلی۔ نور الہی۔ روشنی
ظاہر ہونا۔
سحرخیز۔
پرویز۔ ایک بادشاہ
کا نام ہے۔
خارہ۔ سخت پتھر

تخیل۔ کسی چیز کا
خیال میں لانا۔
عمیق۔ گہری
شفیق۔ مہربان
تخلیق۔ پیدا کرنا
رفیق۔ دوست
دقیق۔ باریک
طریق۔ راستہ۔ قانون
تکبیر۔ اللہ اکبر کہنا
ایجاد۔ نئی چیز بنانا
نئی بات پیدا کرنا۔
پیہم۔ لگاتار پے درپے
غزل سرا۔ غزل گانیوالا
دم۔ وقت
تعذیر۔ سزا دینا۔
رقص۔ ناچنا
اہرمن۔ شیطان
روباہ۔ لومڑی
میش۔ مینڈھا

کام۔ حلق

اشتراکیت۔ باہم مل کر زندگی بسر کرنا۔

قل۔ کہہ

مرزیو کجدار۔ برتن ٹیڑھا کر اور پانی گرنے نہ دے

دستور۔ قانون

مناصب۔ عہدے منصب کی جمع

فسوں۔ مکر حیلہ

وادیٔ ایمن۔ وہ جنگل جہاں موسیٰ علیہ السلام کو نورِ الٰہی دکھائی دیا تھا

نزع۔ جانکنی کی حالت

متولی۔ مہتمم وقف کا انتظام کرنے والا۔

رم۔ بھاگنا۔ رفتار۔

تاویل۔ خواب کی تعبیر بیان کرنا کسی کلام کو ظاہری معنے سے پھیر کر مناسب معنی بیان کرنا۔

کسر۔ توڑنا۔

چلیپا۔ صلیب جو عیسائیوں کی خاص علامت ہے

دہریت۔ زمانے کو خدا اور باقی سمجھنا

مصطفےٰ۔ مصطفےٰ کمال بادشاہ

رضا شاہ۔ شاہِ ایران

دار۔ سولی۔

رسن۔ رسی

خوگر۔ عادی

تعمیر۔ عمارت

زبوں۔ ناقص۔ خراب

تہی۔ خالی

ابوالہول۔ اہرام مصر مصر کے ایک بادشاہ کی قبر

چوب۔ لکڑی۔ عصا

کرگس۔ گدھ

قاش۔ پھانک۔ ٹکڑا

گرگ۔ بھیڑیا۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت

کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور